

سَانَحْهَا مَكَّهَ مَكْرَمَہَا



یومِ فاروقِ اعظمؓ ارگنائزنگ کمیٹی حیدرپاکِ ستان

اسلام کے "روحانی مرکز" حرمین شریفین پر

شیعیت و خمینی کی

مسائل یلغار

زور

مسلمانوں کیلئے عملی تدابیر تدارک

تحریر و تحقیق :- ابوارقم انصاری

زیر اہتمام

یومِ فاروقِ اعظم آرگنائزنگ کمیٹی پاکستان

فہرست مندرجات

صفحہ نمبر

باب اول :-

۳ حرمین شریفین کی حرمت بار بار پامال کرنے والے اہل تشیع - تاریخ کے آئینے میں

باب دوم :-

۲۲ مکہ مکرمہ کی خونی کہانی - تصاویر کی زبانی (۸۶ء اور ۸۷ء)

باب سوم :-

۳۹ حرمین مقدس پر قبضہ کرنے کے لئے تازہ ترین شیعہ سازش

باب چہارم :-

۴۷ قبضہ حرمین کی تازہ ترین سازش کے مقابل دفاعی تدابیر تدارک

باب پنجم :-

۵۰ ضمیمہ :- یہودیت سے ماخوذ شیعہ مذہب و عقائد

باب اول

حرین شریفین کی حرمت بار بار پامال کرنے والے اہل تشیع - تاریخ کے آئینہ میں

حرین پاک میں حالیہ وارداتوں کا ناپاک سلسلہ

ہر مسلمان جانتا ہے کہ قرآن مجید کے مطابق حرین مقدس کی بے حرمتی بھی حرام ہے اور خون مسلم بھی حرام ہے۔ اس وجہ سے ان دونوں حرمتوں کی پامانی کاسنگین جرم اور وہ بھی بیک وقت دیکھا۔ اس کا کوئی مسلمان ارتکاب تو کیا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ ایسی بنیادی حقیقت کے باوجود ۲۶ ذوالحجہ ۱۴۲۸ھ (۳۱ جولائی ۲۰۰۷ء) کو ایک مرتد بھائی ایرانی قیادت میں اہل تشیع نے حرم کعبہ و مسجد الحرام کی حرمت کو بھی پامال کیا اور اہل حرم و مہمانان حرم کا خون بھی کیا پھر یہ کہ یہ دونوں حرام کام نہ صرف بیک وقت کئے گئے بلکہ عین ایام حرام میں انجام دئے گئے۔ حرین پاک کی توہین و تذلیل کا یہ سلسلہ ناپاک ۲۷ ستمبر ۲۰۰۷ء سے جاری ہے۔ ۲۸ ستمبر کو ایرانی توہماتی کے ایرانی کارندوں نے سارے حرین شریفین کو بارود سے اڑانے کی بھی جسارت کر ڈالی تھی۔ ۳۰ ذوالحجہ ۱۴۲۸ھ (۲۷ اگست ۲۰۰۷ء) کو ایرانی تخریب کار اکیاون کلو (تقریباً ڈیڑھ من) دھماکہ خیز مادے کے ساتھ جدہ ایریوٹ پیوٹ پیوٹ کے اور تاشی برسوں کے گئے۔ ان دہشت گردوں کا گروہ حسن علی دھنوی تھا جس نے پوچھ گچھ پر اقرار جرم کر لیا اور اعتراف کیا کہ وہ آتشگیر بارود حرین کو تباہ کرنے کے لیے اس کی حکومت نے بھیجا تھا۔ گذشتہ دونوں برسوں کے ان گھناؤ نے واقعات کی فلمیں موقع پر ہی لے لی گئیں تھیں اور ان دونوں فلموں کو سعودی ٹیلی ویژن پر ۲۸ اگست ۲۰۰۷ء کو پوری دنیا کے لیے دکھا بھی دی گئیں۔ بعد میں یہ ہی تصاویر دنیا کے اخبارات و جرائد میں بھی شائع

ہو چکی ہیں۔ حرم بیت اللہ میں اسلام کے خلاف تشدد و جارحیت کی حالیہ دواقت
 نئی نہیں بلکہ ۱۹۷۹ء کے ایرانی شیعہ انقلاب سے جاری ہیں۔ فروری ۱۹۷۹ء میں خمینی
 انقلاب آیا اور اسی سال ۱۹ نومبر ۱۹۷۹ء اور محرم ۱۳۵۸ھ کو ایک مسلح گروہ نے
 حرم کعبہ اور حرم نبویؐ پر بیک وقت دھاوا بول دیا۔ حرم نبویؐ پر حملہ تو
 ناکام بنا دیا گیا، مگر حرم کعبہ پر حملہ آوروں نے قبضہ کر لیا، بے شمار مسلمانوں
 کا بے دریغ قتل عام کیا اور دیگر تمام مسلمانوں کو دو ہفتوں سے زیادہ تک
 عمر، طواف کعبہ اور نماز بیت اللہ سے محروم رکھا۔ مجبوراً اس غیر اسلامی
 گروہ کے خلاف فوجی قوت استعمال کی گئی اور حرم محترم کو ناپاک قبضے سے
 پاک کر دیا گیا۔ اس کے بعد ہر سال موسم حج میں تقدیس حرمین کی مسلسل
 توہین و تذلیل کسی نہ کسی شکل میں جاری رہی، آٹھ گزشتہ سال ۱۹۷۸ء میں
 ایک اور مسلح مہم کے ذریعہ حرم مکہ مکرمہ کو نشانہ بنایا گیا، غرضیکہ پچھلے تو برسوں
 سے قبضہ حرمین کیلئے حرمت حرمین روندی جا رہی ہے اس لحاظ سے وہ بیت اللہ جسے
 اللہ اور رسولؐ نے قیامت تک دنیا بھر کے مسلمانوں کا قبلہ و کعبہ (مرکز اسلام)
 اور دارالامن قرار دیا ہوا، اسے دارالفساد بنانا بالیقین بغاوت ہے اللہ سے
 اور رسولؐ سے۔ اسی طرح اہل حرم اور زائرین حرم کو تہ تیغ کرنا اگلی غداری
 ہے دین اسلام سے اور اہل اسلام سے۔ مختصراً یہ کہ ۱۹۷۹ء کے ایرانی انقلاب سے
 ہی اہل تشیع کے لیڈر خمینی کا اصل ہدف اہل اسلام اور مرکز اسلام کی نمائندہ
 تسخیر اور تباہی ہے ان تازہ حقائق کے علاوہ اہل تشیع اور خمینی کے مذموم
 مقاصد کے دستاویزی ثبوت مزید، تاریخی تناظر کے ساتھ اگلی سطور میں پیش
 کئے جاتے ہیں۔

مرکز اسلام اور اہل اسلام کے خلاف سازشوں کا تاریخی تسلسل

تاریخ شاہد ہے کہ حضور اکرمؐ کی قائم کردہ مضبوط و مستحکم اسلامی مملکت حضرت عثمانؓ کے درختان دور خلافت میں عروج پر پہنچ کر دشمنان اسلام کے بیرونی حملوں کے لیے ناقابل تسخیر بن چکی تھی۔ لہذا عیسائیوں نے اس عظیم اسلامی ریاست کو اندرونی طور پر سبوتاژ کرنے کی سازش کی۔ اس مقصد کے لیے یہودی دماغ ابن سبا نے اسلام کا لبادہ اوڑھ کر شیعیت کو جہنم دیا تاکہ ملت اسلامیہ کو داخلی انتشار و خلیفہ سے شکار کیا جاسکے۔ یا الفاظ دیگر شیعہ مذہب کی پیدا شدہ غرض و غایت ہی یہ تھی کہ اندر سے نہ صرف مرکز اسلام کو درہم برہم کیا جائے بلکہ اہل اسلام کو بھی تتر بتر کر دیا جائے۔ اس گہری اور ہمہ گیر سازش کے ساتھ ابن سبا یہودی نے ملک حریم میں فتنہ و فساد مسلمانوں کی خونریزی اور حرم نبویؐ کی بے حرمتی سے شیعہ مشن کا آغاز کیا جو آج بھی جاری ہے۔ اب اس تاریخی تسلسل کی چند جھلکیاں پیش کی جاتی ہیں تاکہ اس آئینہ میں شیعیت کا روپ و پہرہ صاف دیکھ لیا جائے۔

۱) شیعہ مذہب کے بانی ابن سبا یہودی نے اسلام کے خلاف اولین چال یہ چلی کہ قرآن کی معین تعریف "اہل بیت" (انھما المؤمنین) کے صریحاً منافی رسول اکرمؐ کے نسب و رشتہ داروں کو "اہل بیت" کہنا شروع کر دیا پھر اس نے اپنے خود ساختہ اہل بیت کو صحابہ کرام کے زمرے سے الگ ایک جداگانہ طبقہ ظاہر کیا۔ اس کے بعد سنت کے قطعی خلاف اس شیعہ اول نے اپنے نام نہاد جداگانہ طبقے کی فضیلت و افضلیت کا پروپیگنڈہ کیا پھر بڑے پیمانے پر بنو ہاشم اور بنو امیہ کے درمیان باہمی نفرت و منافرت کا چکر بھی چلا دیا۔ دریں اثناء اس مکار منافق نے امیر المؤمنین حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کے مابین غلط فہمیاں پیدا کرنے کی کوشش کی اور اہل بیت

ذوالنورین کے خلاف بتان طرازی کا طوفان کھڑا کر دیا۔ غرضیکہ قریب و
 قراؤ کے ان مختلف ہتھیاروں کے ساتھ بابائے شیعیت کا یہودی النسل
 شیعہ ٹولہ خلافت عثمان پر شب و روز شجوں مارتا رہا یہاں تک کہ وہ اسلام
 کے خلاف اپنی اولیں سازش کے حتمی ہدف پر پہنچ گیا۔ بالآخر ان شیعہ شایانین
 نے داماد رسول حضرت عثمان کو حرم نبوی میں اور عین ماہ حرام (ذوالحجہ ۳۵ھ)
 میں نہایت درندگی و سفاکی سے شہید کر دیا۔ اس طرح اہل تشیع نے پیدا
 ہونے ہی قرآن و سنت کے خلاف بیک وقت حرم رسول کی کھلی بے
 حرمتی کی، ماہ حرام کی حرمت بھی پامال کی اور خون مسلم جیسی حرام کاری بھی
 کی۔ مختصر یہ ہیں حرام و حرام کے وہ سیاہ ترین اعمال اور سنگین جرائم جو
 ابتدا سے لیکر آج تک ہمیشہ ہی شیعوں کا شیوہ رہے ہیں۔

(۱۲) اگلے دور خلافت علیؓ میں قاتلان عثمانؓ نے مرکز اسلام کو مزید
 منہدم کرنے کے لیے اپنی منافقانہ ہم کونیر تر کر دیا۔ مسلمانوں کے بھیس
 میں ان منافقوں نے بہت بڑے پیمانے پر سیاسی افراتفری پھیلائی اور پہلے
 سے پیدا کردہ نفاق و افتراق کی آگ شدت سے بجھکاؤ تاکہ مسلمانوں کے
 مابین پھیلائی ہوئی غلط فہمیاں آگے چل کر خود بخود یا بھی جنگ و جدال تک
 پہنچ جائیں۔ اتحاد امت کو پارہ پارہ کرنے والے ایسے خطرناک حالات ابھارنے
 کے بعد ان چال بازوں نے حضرت علیؓ کو مجبور کر دیا کہ وہ مرکز خلافت یعنی
 مدینۃ النبیؐ چھوڑ دیں اور باہر سے اصلاح احوال انجام دیں۔ صورت حال کو
 درست کرنے کے لیے اگرچہ حضرت علیؓ نے اپنی دانست میں ہر تدبیر اختیار
 کی تاہم مفسدین (قاتلان عثمانؓ) نہ صرف سزا سے بچ نکلے بلکہ ملک کچھاروں
 اطراف جا پہنچے تاکہ اگلے مرحلہ میں ملک گیر تحریک کاری اور مسلمانوں کا قتل

عام کر سکیں۔ بہر کیف اسلام سے بغض و عداوت رکھنے والے ان اہل تشیع نے سیاسی اختلافات کی آڑ لیکر مختلف شورشیں شروع کر دیں۔ اور رفتہ رفتہ مسلمانوں کے درمیان پے در پے تین خانہ جنگیاں (جنگ جبل، جنگ صفین اور جنگ نہروا) بھی بپا کر دیں۔ اس کے نتیجہ میں ہزاروں مسلمانوں کو ہلاک کر دیا گیا، عظیم گلشنِ ملت کو اجاڑ دیا گیا۔ اور آخر میں خلیفہ وقت حضرت علیؓ کو بھی شہید کر دیا گیا۔ غرضیکہ پانچ سال کی مختصر مدت میں ابنِ سیاحہودی اور اس کے چیلوں نے لبادۃ اسلام میں اہل اسلام اور مرکز اسلام کو بڑی حد تک مسمار کر ہی ڈالا۔

(۳) شہادتِ سیدنا عثمانؓ سے لیکر شہادتِ سیدنا علیؓ تک کے ناقابلِ تلافی ملی نقصانات کے بعد ہر چند کہ مسلمان مہلک مرضِ شیعیت کی تشخیص کر چکے تھے، تاہم وہ اس مرض کا مداوا کرنے کے لیے خوب سوچ سمجھ کر کوئی قدم اٹھانا چاہتے تھے۔ قبل اس کے کہ اہل اسلام کوئی اقدام کرتے، اہل تشیع نے ایک نیا مسئلہ کھڑا کر دیا اور وہ یہ کہ منصبِ خلافت کو گروہی و نزاعی مسئلہ بنا دیا۔ اس نازک موقع پر بلا توقف اور بروقت حضرت حسنؓ نے ملی مفاد میں تازہ سازش کا قلع قمع کرنے کا بیڑہ اٹھایا۔ انہوں نے فوری فیصلہ فرمایا کہ سازش کو جڑ سے اکھاڑ دیا جائے، ملی تفریق و تقسیم کے عمل کو ختم کر دیا جائے اور مسلمانوں کے اتفاق و اتحاد کو بجا ل کر دیا جائے۔ ان اعلیٰ معاہدہ کی فاطمہ حضرت حسنؓ نے عظیم ایثار کیا اور حضرت معاویہؓ جیسے مردِ مسلمان و مردِ آئین کے حق میں خلافت سے دستبردار ہو گئے۔ اس طرح انہوں نے ہمیشہ کے لیے ایک روشن مثال قائم کر کے نہ صرف شیعہ نقاب پوشوں کو بے نقاب کیا اور مسلمانوں کو کشت و خون سے بچا لیا، بلکہ اتحادِ ملی مکمل بحال کر کے وقت کا

بہترین قائد امت بھی فراہم کر دیا۔ ایسے تاریخ ساز اقدام سے چونکہ اہل تشیع بالکل ننگے ہو چکے تھے اور شکست کھا چکے تھے، اس لیے زیر زمین چلے گئے مگر موقع نکال کر انہوں نے محسن ملت حضرت حسن کو ان کے لاثانی کارنامے کی یادداشت میں خاموشی سے زہر دے کر حرم نبوی میں (حسب سابق) شہید کر دیا البتہ قتالان حسن اس اجتماعی وسیع پلائی دیوار امت میں کوئی شکاف نہ ڈال سکے، جس کی بنیاد حضرت حسن نے رکھی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت معاویہ کی بیس برسوں کی مضبوط خلافت (۴۰ھ تا ۶۰ھ) کے دوران نہ صرف اعلیٰ طور پر مسلم اتحاد انتہائی مستحکم ہوا اور مرکز اسلام کا پسیدائشی دشمن قطعی ناکام و نامراد ہوا بلکہ خارجی طور پر بھی مملکت اسلامیہ کو بڑی وسعت ہوئی اور حدود و دوتوں پر طاقت و رعایت قائم ہوئی۔ خلاصہ یہ ہے کہ بیس سالہ خلافت معاویہ کی کامیاب داخلی و خارجی پالیسیوں اور حکمت عملیوں نے ایک طرف توسارشی عناصر کو سر نہ اٹھانے دیا اور دوسری طرف اسلام کی عظمت و شوکت کا پرچم ساری دنیا میں بلند و بالا کر دیا۔ اس تاریخی حقیقت کے ساتھ دوسری تلخ حقیقت یہ کہ امیر المومنین حضرت معاویہ کا انتقال ہونے ہی دیکے ہوئے سانپ بچھو اپنے بیلوں سے باہر نکل آئے اور ایک بار پھر حسب معمول جب اسلام و اسلامیان کو ڈسنے اور ڈنگ مارنے لگے۔

(۴) خلافت معاویہ کے اختتام پر اہل تشیع نے اپنے مذہبی اصول و فقہ پر عمل کیا اور بیعت کے بہانے حضرت حسین کو مسکن نہ ترک کرنے اور کو ذبح نہ ہونے کا پیغام دیا۔ اس حوالے سے مکہ مکرمہ میں موجود حضرات عبداللہ بن زبیرؓ عبداللہ بن عمرؓ عبدالرحمن بن ابوبکرؓ اور ابن عباسؓ جیسے جید صحابہ کرام نے حضرت حسین کو حرم بیت اللہ چھوڑنے سے روکا اور پس پردہ سازش سے خیردار کیا۔

لیکن کوفیوں کا آیا ہوا گروہ کسی نہ کسی طرح حضرت حسین (بج اہل و عیال) کو اپنے ساتھ مکہ سے لے گیا۔ مکہ معظمہ سے مقام قادسیہ تک حضرت حسین نے حالات کا بخور مشاہدہ کیا جس کی روشنی میں یہ حکمت عملی اپنائی کہ وہاں سے راہ کوفہ کی بجائے راہ دمشق اختیار کر لی۔ انہوں نے حتیٰ فیصلہ فرمایا کہ اپنے بڑے بھائی حسن کی اتباع میں وعدت امت کو بکھرنے سے بچایا جائے، مسئلہ خلافت پر اجماع ملت قائم کیا جائے، ملی مرکزیت کا تحفظ کیا جائے اور دمشق پہنچ کر اپنے رشتے کے بھائی یعنی خلیفہ وقت یزید بن معاویہ سے بیعت خلافت کرنی جائے۔ اس مثالی راہ عمل سے روکنے کے لیے ہم سفر کوفی جتھے نے بڑی منت حیات کی گزرا کامی ہوئی۔ پس پھر کیا تھا۔ ان ساٹھ شریلوں نے اپنا پیرانا حریہ استعمال کیا یعنی یہ کہ قافلے میں پہلے اختلافی فضا پیدا کی، پھر ٹر لونگ چھائی اور نگاہ آرائی کی اور آخر میں حضرت حسین کو مقام الطف (کربلا) پر سٹھ میں شہید کر دیا۔ بعد ازاں ان شیعہ قاتلوں نے جھوٹے پروپیگنڈے کے ذریعہ قتل حسین کا الزام خلافت یزید بن معاویہ پر ڈال دیا۔ اور خود تقیہ کے تحت ماتم حسین کرنے لگے تاکہ تمام مسلمان بالعموم دھوکہ کھا جائیں اور بنو ہاشم بالخصوص خلافت بنو امیہ کے خلاف نفرت میں مبتلا ہو جائیں۔ اس طرح ہاشمی اور اموی مسلمانوں کے مابین رنجش و چیقلش کی پرانی سازش جس کی سرکوبی حضرت حسن اور حضرت معاویہ نے ملکر کی تھی۔ دوبارہ سر اٹھانے لگی۔ پھر رفتہ رفتہ خلافت بنو امیہ کے خلاف کوفی سازش میں ایرانی بھی شامل ہو گئے اور بالآخر تمام منافقین نے مل کر بنو ہاشم کے نام پر خلافت و وقت سے بغاوت کا آغاز خراسان سے کر دیا۔ اور ۱۲ھ تک خلافت بنو امیہ کا تختہ الٹ کر رکھ دیا۔

(۵) جب خلافت بنو امیہ کے خاتمہ پر ۱۲ھ میں خلافت بنو ہاشم یعنی خلافت

بنو عباس قائم ہوئی تو ان ہی داخلی دشمنوں نے اس کی جڑیں بھی حسب معمول کاٹنی شروع کر دی کیونکہ شیعیت کا اصل مقصد تو روز اول سے ہی بہر صورت اہل اسلام اور مرکز اسلام کو متواتر کرنا تھا۔ اس مرتبہ نہ صرف یہ کہ خلافت بنو عباس کے خلاف بغادت کی گئی بلکہ اس کے مد مقابل ایک الگ متوازی حکومت بھی بنائی گئی۔ یہ شیعہ حکومت (عبیدی فاطمی) ۳۲۹ھ میں شمالی افریقہ میں بنائی گئی جو ۳۸۶ھ تک مصر و شام و حجاز اور یمن تک بھی پھیل گئی۔ اس دوران ۳۲۹ھ میں اہل تشیع ابوطاہر قرمطی کی قیادت میں حرم کعبہ پر حملہ کیا اور یہ حملہ عین موسم حج میں کیا گیا۔ انھوں نے حجاج کرام کو قتل کیا بیت اللہ الحرام کے دروازے توڑ دیئے، میزاب رحمت گرا دیا، غلات کعبہ فوج پھینکا اور حجر اسود اکھاڑ ڈالا۔ ان بدطینت شیعوں نے بیک وقت تین حرمات کی کھلم کھلا بے حرمتی کی یعنی یہ کہ حرمت مسجد الحرام، حرمت ایام حرام اور حرمت خون مسلم کو ایک ساتھ پامال کیا۔ تاریخ کی اس شہادت سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اسلام سے بغض و عناد میں تمام تحریک کار یوں کی طرح ابوطاہر قرمطی کے ہاتھوں توہین و تذلیل حرم کا سلسلہ جہاں ماضی میں شیعہ اول ابن سبا یہودی سے جڑا ہوا ہے۔ وہیں وہ سلسلہ دور حاضر کے خلیفہ تک بھی پھیلا ہوا ہے۔ اس ضمن میں مزید تاریخی شہادتیں اگلی سطور میں ترتیب وار پیش کی جا رہی ہیں۔

(۶) مذکورہ بالا شیعہ حکومت (عبیدی فاطمی) کا چھٹا حکمران ایک انتہائی بد قماش شخص الحاکم بنا جس نے ۳۸۶ھ میں مصر میں اقتدار سنبھالا۔ اس نے اپنے معتد و مقرب ابو فوج کو ایک انتہائی مذموم منصوبہ دیکر مدینہ منورہ بھیجا۔ منصوبہ یہ تھا کہ حرم نبوی کی حرمت کو اس طرح روندنا جائے کہ حجر رسول اور جسدر رسول کی بے حرمتی بھی ہو جائے، مطلب یہ کہ حضور اکرم کے محترم و مقدس

حجرے میں موجود آنحضرتؐ اور ان کے پہلو میں مدفون شیخین (حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ) تینوں کے اجسام اظہر کو نکال باہر کیا جائے۔ اس ذلیل مہم پر ابو قحوح مدینہ طیبہ پہنچ تو گیا، مگر بہت فائف و خوفزدہ رہا۔ اس حال میں^{۱۰} الحاکم کے تفویض کردہ منصوبے پر عمل کرنے کی ہمت و جرأت نہ کر سکا اور مدینہ المرجول سے ناکام و نامراد ہو کر کہیں اور چلا گیا۔

(۱۰) اسی عیدِ قاضی دور حکومت میں پھر وہ ہی تو بین حرم کی سازش کی گئی اس بار ملک میں حلب کے چالیس شیعہ تحریک کار اسی گندی و گھناؤنی اسکیم کے ساتھ مدینہ منورہ پہنچے تاکہ حجرہ نبویؐ کے انہی تینوں قبور اظہر اور اجسام اقدس کی تذلیل کی جائے۔ اس ذلیل پروگرام کی خبر جب مسجد نبویؐ کے رئیس فدام شیخ شمس الدین صواب کو ہو گئی تو وہ ہوشیار اور منتظر رہے ایک رات پچھلے پہر کو وہ بد بخت چالیس کا ٹولہ مسجد نبویؐ تک ضرور پہنچا لیکن قبل اس کے کہ وہ ٹولہ حجرہ انور تک بڑھے خود بخود زمین دوز ہو گیا یعنی شیخ صواب کے سامنے اس ٹولے کو زمین نے نگل کر جہنم رسید کر دیا۔

(۱۱) اگلی صدی یعنی چھٹی صدی ہجری میں خلافت بنو عباس کو ایک مجاہدِ اسلام نور الدین زنگی^{۱۱} حیت آگیا تو اسلام کی سیاسی مرکزیت کو طاقت و تقویت حاصل ہوئی۔ اس زمانے میں اس مردِ مومن کی قوت و حکمت نے سارے یہود، آل یہود (اہل تشیع) اور عیسائیوں کی اسلام دشمن سرگرمیوں کا ناطقہ بند کر رکھا تھا۔ یرسز میں شکست خوردہ اس ٹکڑم نے اپنے انتقام کی پیاس بجھانے کے لیے زیر زمین ایک مشترکہ پلان بنایا۔ ان کا پُر خباثت پلان^{۱۲} ۱۱۵۵ھ میں یہ بنا کہ مدینہ طیبہ میں آنحضرتؐ کی آرام گاہ اکرام کے زیر زمین نقب زنی کی جائے اور قائم العین اور ان کے دونوں نائبین کے اجسام مبارک کے ساتھ گستاخی کی جسارت کی جائے

اس پلان کے مطابق دو تربیت یافتہ تحریک کار ایام حج میں مدنیہ منورہ پہنچے اور مسجد نبویؐ کے قریب ترین مقام پر قیام کر کے وہاں سے حجرہ نبویؐ تک خفیہ سڑنگ بنانے لگے۔ دریں اثنا نور الدین زنگی خواب میں سرور کائنات کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ آنحضرتؐ نے ان کو خواب میں نہ صرف دشمنوں کی کارروائی سے مطلع فرمایا بلکہ دونوں مردود تحریک کاروں کے چہرے بھی دکھا دیئے۔ آنکھ کھلتے ہی مرد مومن نور الدین زنگی محرم نبویؐ کی جانب روانہ ہو گیا اور ٹھیک اس جگہ پہنچ گیا جہاں سے نقب زنی کے لیے سڑنگ نکالی جا رہی تھی۔ انہوں نے دونوں ملعون نقب زنیوں کو دنگے ہاتھوں پکڑ لیا اور فوراً ٹھکانے لگا دیا۔ یوں نور الدین نے طاغوت کا منصوبہ مٹی میں ملا دیا۔

(۹) مرد مومن نور الدین زنگی ۵۶۶ھ میں وفات کے بعد ان کے اسلامی مشن کو مرد مجاہد صلاح الدین ایوبیؒ نے پائے تکمیل تک پہنچایا۔ غازی صلاح الدین ایوبیؒ نے ایک طرف تو ۵۶۸ھ میں عجمی حکومت (عجمی فاطمی) کو ختم کر کے خلافت بنو عباس میں شامل کر دیا۔ اور دوسری طرف ۵۷۵ھ میں قبلہ اول بیت المقدس کو یہودی وعیسائی قبضہ سے پاک کر دیا۔ حضرت غازی صلاح الدین ایوبیؒ نے مختصر مدت میں عظیم تاریخی کارنامہ انجام دیا کہ شیعیت یہودیت اور عیسائیت کے طاغوتی ٹکڑم کو ایک ساتھ پاش پاش کر دیا اور مرکز اسلام اہل اسلام اور مقدس مقامات اسلام کو اغیار کی دستبرد سے محفوظ کر دیا۔ اس غازی اسلام (متوفی ۵۸۹ھ) نے سرکشوں کے کس بل نکال کر ایسا سرنگوں کیا کہ برسوں بعد تک ان مخالفین اسلام کی کمر ٹوٹی رہی۔

(۱۰) خلافت بنو عباس ۵۷۵ھ تک پوری دنیا میں علمی، سیاسی اور عسکری لحاظ سے عروج پر پہنچ چکی تھی جیسے منافقین بھلا کب برداشت کر سکتے تھے۔ لہذا

دنیا کی قوی ترین مسلم خلافت کو تباہ کرنے کی خاطر اہل تشیع کے دو شاہرہ دماغ ابن علقمی اور نصیر طوسی نے اسلام کے بدترین دشمن تاتاریوں کے سردار ہلاکوفان سے گٹھ جوڑ کر لیا۔ اس تحریبی چال کے نتیجہ میں خونخوار ہلاکوفان پوری شیعہ قوم کی مدد سے ۶۵۶ھ میں خلافت عباسیہ پر حملہ آور ہوا۔ اس طرح "شیعہ ہلاکو" ملی ہیگت نے لاکھوں مسلمانوں کا قتل عام کیا، خلیفہ مستحکم بامد کو ذبح کیا، دینی و علمی مراکز کو خاکستر کیا اور دنیا کی عظیم ترین خلافت عباسیہ کو تہس نہس کر دیا۔ مختصر یہ کہ وہ تائبانک مسلم تہذیب و تمدن، مسلم مرکزیت اور اسلامی خلافت جو اپنے نقطہ عروج پر تھی اہل تشیع کے ہاتھوں نیست و نابود ہو گئی۔

(۱۱) زوالِ خلافت عباسیہ (۶۵۶ھ) کے جلد ہی بعد مسلم مرکزیت کا احیاء ۶۸۶ھ میں ہو گیا جب خلافت عثمانیہ وجود میں آئی۔ عالمی سطح پر خلافت عثمانیہ تقریباً سات سو سال کے طویل عرصہ تک قائم رہی۔ حالانکہ یہ مرکزی مملکت اسلامیہ ان سات صدیوں میں یک وقت تین براعظموں یعنی یورپ، ایشیا اور افریقہ پر چھائی رہی اور اس کے زیر اثر دنیا کے تمام اہم بحروں پر رہے۔ پھر بھی یہ مستحکم خلافت مسلسل انخیار کے نرنگے میں نرک اٹھاتی رہی۔ بالخصوص ایران کی تمام شیعہ حکومتیں یعنی صفوی، قاجاری اور پہلوی حکومتیں یکے بعد دیگرے خلافت عثمانیہ کے خلاف نہ صرف گونا گوں ریشہ دوانیوں اور جبر و ستموں میں شامل رہیں، بلکہ باقاعدہ محاذ آرائیاں اور جنگی کارروائیاں بھی کرتی رہیں۔ آخر میں دشمنانِ اسلام نے ترپ کا پتا استعمال کیا اور داخلی بغاوت کے ذریعہ نہ صرف عالمی خلافت کو غارت کر دیا۔ بلکہ دنیا سے خلافت کا نام و نشان بھی غائب کر دیا۔ ۱۳۴۲ھ یعنی ۱۹۲۳ء میں خلافت عثمانیہ کی قانوناً منسوخ کر دی گئی جس کی وجہ سے تاریخ کا سب سے بڑا المیہ یہ رونما ہوا کہ مسلمانوں کا مرکزی

ادارۂ خلافت صفحہ دنیائے پہلی مرتبہ مٹا دیا گیا۔

(۱۲) صدیوں پر محیط مرکزی خلافت کے ساتھ ساتھ دنیا نے اسلام کا دوسرا دفاعی مورچہ ہمیشہ برصغیر جنوبی ایشیا رہا۔ اس قلعہ اسلام میں بھی رخنے ڈالنے اور یہاں بھی غلبۂ اسلام کو غتر بود کرتے کے لیے شیعہ منافقین اپنے کثوت اور کارستانیوں میں لگانا لگے رہے۔ اختصار کی خاطر اتنا اشارہ کافی ہے کہ اس خطہ مسلم پر بھی بیرونی اور اندرونی، دونوں طرح کی بلخا جاری رہیں۔ مثلاً اگر بیرونی طور پر نادر شاہ ایرانی اور تیسرے لنگ جیسے غارت گریوریشیں کرتے رہے تو اندرونی طور پر میر جعفر اور میر صادق جیسے غدار شیعوں مارتے رہے (بقول شاعر: جعفر از ننگال و صادق از دکن۔ ننگ ملت، ننگ دیں، ننگ وطن) یہ کیف برصغیر جنوبی ایشیا میں بھی صدیوں کا غلبہ اسلام شیعوں کی شیطنیت کے تذرہ ہو گیا اور ۱۸۵۷ء میں انبار کے ہاتھوں مغلوب ہو گیا۔ اس کے بعد جب مذکورہ بالا ساکنہ خلافت عثمانیہ (۱۲۹۲ھ) بھی رونما ہو گیا تو اس دوسرے حادثہ نے متحدہ مسلمانانہ عالم کو منتشر و متفرق کر کے رکھ دیا۔ مطلب یہ ہے کہ پہلے خلافت عثمانیہ کے زیر اثر برصغیر کی مسلم حکومت زیر کی گئی اور پھر خانہ خلافت کے ذریعہ دنیا کی بقیہ مسلم حکمرانی کسی ٹکڑیوں میں بانٹ دی گئی۔

اسرائیل کی ناجائز ولادت اور سیاسی سازشوں کا نیا دور

(۱) اگرچہ ۱۹۴۷ء میں عالم اسلام کا مرکزی ادارۂ خلافت مسمار کیا جا چکا تھا اور اہل اسلام چھوٹے چھوٹے علاقوں، خطوں اور ملکوں میں تقسیم کئے جا چکے تھے، پھر بھی یہود اور آل یہود اپنی سیاسی بساط شطرنج پر ان بکھرے ہوئے مسلمانوں کو اردب میں بیٹے اور مکمل مات دینے میں مصروف رہے۔ اس سازشی پس منظر کے باوجود ۱۹۴۷ء میں دنیا کے نقشہ پر وقت کا سب سے بڑا مسلم ملک

پاکستان نمودار ہو گیا، چنانچہ پوری عالمی یہودیت حرکت میں آگئی اور اس کے دونوں
 عالمی مہر دوں یعنی امریکہ اور روس کے اتصال سے آگے ہی سال ۱۹۴۸ء میں مسلمانوں
 کی اہم سرزمین فلسطین پر اسرائیل کا ناجائز تولد ہو گیا۔ اس نئی و نادر چال کا
 مقصد یہ تھا کہ اسرائیل اور ایران ملکر ایک طرف تو پاکستان کے پرہیزگاروں اور اسکین
 اور دوسری طرف مسلم مشرق وسطیٰ (بشمول حرمین شریفین) پر بالادستی حاصل
 کر سکیں۔ یہی وجہ ہے کہ دو سال کے اندر ۱۹۴۸ء میں جہاں اسرائیل اور ہندوستان
 کے مابین سفارتی تعلقات استوار ہو گئے، وہیں اسرائیل اور ایران میں ایک
 دوسرے کے سفارتی مشن بھی قائم ہو گئے۔ اس طرح پوری امت اسلامیہ کے خلاف
 یہود، آل یہود (اہل تشیع) اور ہنود کا نیا ٹکون وجود میں آیا اور یہ ٹکون یا ٹکڑم
 عالمی طاقتوں (امریکہ اور روس) کی اعانت سے آج تک برسر عمل ہے جسے پروگرام
 اسرائیل نے شرق وسطیٰ کے مسلم ممالک پر عظیم آزمائشی شروع کر دی اور ۱۹۴۸ء تک
 اپنی ناجائز زمین میں مزید اضافہ کر لیا۔ اس کے بعد اسرائیل نے ۱۹۴۸ء میں مسلمانوں
 کے قیدہ واول (بیت المقدس) پر بھی قبضہ کر لیا، مگر پھر بھی اس کا توسیعی منصوبہ جاری
 رہا۔ ایک جانب اگر اسرائیل پیہم مسلم عرب کے خلاف برسر جنگ رہا تو دوسری
 جانب ایران نیل کا ایندھن اسرائیل کو مسلسل فراہم کرتا رہا جب ۱۹۵۷ء میں
 خینی نے ایرانی اقتدار سنبھالا تو ایران و اسرائیل تعلقات مزید ختم ہو گئے ۱۹۵۷ء
 میں ایران کو اسرائیل نے جدید اسلحہ فراہم کرنے کا آغاز کیا تاکہ ایران "اسلام"
 کے نام پر اسلامی بلاد عرب کو زیر و زیر کر سکے۔ اسی بنا پر ایران ۱۹۵۷ء میں ہی
 عراق سے برسر پیکار ہو گیا اور کچھ عرصہ بعد اسرائیل بھی عراق کی ایٹمی وجوہری
 تنہیات پر حملہ آور ہوا۔ ایران کو اسرائیلی تمہیاردی کی فراہمی آج تک جاری
 ہے اور ایران اپنے آقا کے لیے پورے عرب کو تنہیادے پر تلا ہوا ہے۔ یہی وجہ

ہے کہ لبنان میں بھی اسرائیلی پشت پناہی کے ساتھ ایرانی گناہتے (اہل ملیشیا وغیرہ) فلسطینی مسلمانوں کو ذبح کرتے رہے ہیں۔ غرقیکہ شہر سے ہی اسرائیلی اور ایران کا مشترکہ منصوبہ یہ ہے کہ مسلم عرب (بالخصوص حرمین مقدس) کا جلد تباہ و برباد کیا جائے۔

(۲) ادھر پاکستان میں بھی اغیار کی ٹھیک دہی سازشی سیاست کا رفرار ہی قیام پاکستان (۱۹۴۷ء) کے صرف آٹھ سال بعد ہی ۱۹۵۵ء میں ایک سازش کے ذریعہ شیعہ کارندہ اسکند مرزا ملک کا سربراہ بن بیٹھا جس نے صرف تین سال (۱۹۵۵ء تا ۱۹۵۸ء) کی مختصر مدت میں پاکستان پر چار ضرب کاری لگا دیے۔ اولاً یہ کہ پاکستانی صورت بلوچستان کی ریاست قلات کے خلاف جارحانہ اقدام کیا کیونکہ وہاں عرصہ دراز سے شرعی قوانین نافذ تھے۔ دوسرے یہ کہ اسی پاکستانی صورت بلوچستان (ملحقہ ایران) کا ایک طاقتور سرحدی رقبہ جو تیل کی دولت سے مالا مال تھا ایران کے حوالے کر دیا تیسرے یہ کہ پاکستان کا اسلامی آئین منسوخ کر ڈالا اور چوتھے یہ کہ ایرانی النسل نصرت بھٹو کے شوہر ذوالفقار بھٹو کو مرکزی وزیر بنادیا جس نے آگے چل کر دوسرے شیعہ سربراہ مملکت آغا جیحی کے مشن کو مکمل کرتے میں بھرپور کردار ادا کیا اور ۱۹۷۳ء میں بالآخر پاکستان کو ان دونوں نے دھمکے کر ڈالا چونکہ اس وقت کی سب سے بڑی اسلامی مملکت نہ صرف سارے اسلامیان عالم کے لیے مضبوط دفاعی ڈھال اور دین اسلام کیلئے مضبوط قلعہ کا درجہ رکھتی تھی بلکہ حرمین شریفین کے لیے بھی حفاظتی حصار کا مقام رکھتی تھی، لہذا دشمنان اسلام نے اسکیم یہ بنائی کہ پاکستان کو بیرونی غارتگری اور بیرونی حملے کا بیک وقت نشانہ بنایا جائے تاکہ چکی کے ان دو پاٹوں کے درمیان اسے پھنسا دیا جائے۔ ۱۹۷۳ء میں یہ ہی کچھ ہوا، آغا جیحی اور ذوالفقار بھٹو نے ملکر پاکستانی اکثریت کے منتخب کردہ نمائندے مجیب الرحمن کو اقتدار سپرد کرنے سے انکار کر دیا۔ ظاہر ہے کہ اس ظلم و زیادتی کے خلاف حسب توقع مجیب الرحمن کے معلقہ انتخاب مشرقی پاکستان میں زبردست سیاسی احتجاج شروع ہو گیا

اور طے شدہ پروگرام کے مطابق بجلی اور بھٹونے وہاں فوجی کارروائی کے ذریعہ
 صرف خانہ جنگی پیدا کر دی بلکہ ہندو سنناں کو بھی بالواسطہ دعوت دے دی کہ وہ حرکت
 میں آجائے اور موقع سے فائدہ اٹھا کر حملہ کر دے۔ جو اب ہندوستان نے وہی کیا
 اور شرق پاکستان کو ایک دم مغربی پاکستان سے کاٹ کر جدا کر دیا۔ بالآخر ایک ہی
 تیرے دو لشکار کر لئے گئے، پاکستان آدھا کر دیا گیا اور بچا کچھا مغربی پاکستان (ملحقہ
 ایران) آئندہ ایران کے لیے ایک ثقہ تر بنادیا گیا۔ اس کا مزید ثبوت یہ ہے کہ بجلی
 نے بچے کچھے پاکستان کا اقتدار ناجائز طور پر بھٹو کے حوالے کر دیا اور بھٹو نے اعلان
 کیا کہ "نئے پاکستان" کا مرکز بھٹائی ایران ہے بعد ازاں شہنشاہ ایران کے اشارے پر
 بھٹو نے پاکستانی صوبہ بلوچستان (ملحقہ ایران) میں فوجی کارروائی کی تاکہ وہاں ایران
 موقع نکال کر قبضہ جمالے۔ مگر بچہ چلی مسلمانوں نے اس شیعہ سازش کو ناکام بنا دیا پھر
 شہ میں پوری پاکستانی قوم نے بھٹو کو اٹھا کر باہر پھینک دیا اور مخلص مسلمان
 جنرل ضیاء الحق کو موقع فراہم کیا کہ وہ اصلاح احوال کر سکیں۔ جب شہ سے صدر
 ضیاء الحق نے ٹوٹے پھوٹے پاکستان کی اسلامی بنیادوں پر تعمیر نو شروع کی تب
 سے ہی یہود اور آل یہود (اہل تشیع) نے آج تک وار دیا ہوا ہے۔ ایک ہدف
 تو یہ ہے کہ پاکستان کا اسلامی تشخص مٹا کر اسے پانچ قومیتوں میں تقسیم کر دیا جائے
 اور دوسرا محافظہ ہے کہ پاکستان کی مادی و دفاعی قوت کو مفلوج کر دیا جائے
 مثلاً ایک طرف تو معروف شیعہ لیڈر و شاعر رئیس اردوہوی کا قتلہ پروا اعلان کرنا بھتن کی قسم
 پاکستان میں پانچ قومیتیں ہیں (جنگ کراچی ۵ ستمبر ۱۹۷۱ء) نے پوری تحریک کھڑی کر دی تو دوسری
 جانب شیعہ صحافی مشاہد حسین نے پاکستان کے جوہری اور ایٹمی توانائی پروگرام کو سبوتاژ
 کرنے کے لیے ماریج شہ میں عالمی اسکندل کھڑا کر دیا تاکہ کھلے ہوئے پاکستان کا مزید
 کچھ مر نکال دیا جائے۔ المحقرہ پاکستان کے خلاف روز آؤں سے سازش یہ جاری ہے

کہ اس عظیم مسلم ملک کو دنیا کے اہل اسلام اور مرکز اسلام (حرمین شریفین) کا محافظ بننے سے بہر صورت باز رکھا جائے۔

جدید ایران و اسرائیل کا یکساں وحشی ہدف۔ حرمین شریفین

سلطوبالا میں پھیل چودہ صدیوں کا جو مختصر تاریخی جائزہ پیش کیا گیا ہے، وہ یہودیت اور شیعیت کے بنیادی حقائق کو بیک نظر واضح کر دیتا ہے۔ اولاً یہ کہ مذہب شیعہ کا بانی مہدی ابن سیاہودی تھا، دوسرے یہ کہ ابن سیاہ کے نام سے شیعیت نسلاً اور اصلاً وہی یہودیت ہی ہے، تیسرے یہ کہ اس رشتے سے یہود اور آل یہود (اہل تشیع) دونوں ہی اسلام کے خلاف گزشتہ چودہ صدیوں سے مسلسل تخریب کاری کرتے رہے ہیں اور چوتھے یہ کہ اسی دیرینہ نسبت سے نہ صرف شیعیت اور یہودیت کا نصب العین ایک ہے بلکہ عمر حاضر کے ایران اور اوزبکستان اسرائیل کا حتی ہدف بھی یکساں ہے اللہ جب وہ عالمی خلافت عثمانیہ جو دنیا کی سپر پاور بھی تھی اور دنیا کے تمام مسلمانوں کا سیاسی مرکز و محور بھی تھی درہم برہم کر دی گئی، اس کے بعد ہی یہود اور آل یہود نے اپنا حتی ہدف مسلمانوں کا "روحانی مرکز" بنایا۔ اسی غرض سے نئی حکمت عملی کے تحت پہلے مرحلے میں اسرائیل نے جنم لیا، دوسرے مرحلے میں اسرائیل نے ایران کی بالواسطہ اعانت سے مسلمانوں کے قبلہ اول (بیت المقدس) پر قبضہ کیا اور پھر تیسرے اور آخری مرحلے میں یہ دونوں ممالک مرکز اسلام یعنی حرمین شریفین پر تسلط کے لیے ہر ابلیسی حربہ استعمال کرتے رہے ہیں۔ شکر ہے ولادت اسرائیل کے موقع پر ہی اسرائیلی وزیر اعظم بن گوریال نے اعلان کر دیا تھا کہ یہودی حکومت ان تمام مسلم علاقوں پر قبضہ کرے گی جہاں سے یہودی نکالے گئے تھے۔ اسی لیے اسرائیلی پارلیمنٹ بلڈنگ پر جو "ویسٹ نر اسرائیل" کا نقشہ آویزاں ہے اس کی حدود میں حرمین مقدس شامل ہیں۔ ٹھیک اسی یہودی

نقشہ پر ایرانی سربراہ خمینی عرصہ دراز سے گامزن ہے، جس کے چند شواہد درج ذیل ہیں

(۱) خمینی نے ایران کی سربراہی (۱۹۷۹ء سے برسوں پہلے ولادت اسرائیل کے وقت ایک نہایت معنی خیز کتاب "کشف الاسرار"، لکھی تھی جس میں اس نے کیا بکر بن عبدی ہجری کے شیعہ پیشوا باقر مجلسی کی تحریر "حق الیقین"، کو بہت نمایاں کیا تھا اور باقر مجلسی کی زبانی خمینی نے بالواسطہ یہ دعویٰ کیا تھا کہ پر (الف) جب "صاحب الامر"، اپنے منصب پر فائز ہو جائیں گے تو سب سے پہلے مکہ معظمہ پر قبضہ کریں گے۔

(ب) پھر وہ صاحب الامر مدینہ منورہ جا کر پہلے محمد سے بیعت لیں گے، پھر ابوبکرؓ اور عمرؓ کو قبروں سے نکال کر زندہ کریں گے اور رسول پر چڑھائیں گے۔

(ج) پھر عائشہؓ کو زندہ کر کے سزا دیں گے اور آخر میں تمام سنیوں (مسلمانوں) خصوصاً علماء کو قتل کر کے نیست نابود کر دیں گے۔

(بحوالہ "حق الیقین"، صفحات ۱۳۹، ۱۴۵، ۱۵۲، ۱۵۷)

(۲) خمینی نے اپنی حکومت قائم کرنے سے کچھ ہی پہلے اپنا ایسی منصوبہ براہ راست بھی منکشف کر دیا تھا۔ اور کہا تھا کہ "دنیا میں ہماری قوت اس وقت تک تسلیم نہیں ہو سکتی جب تک مکہ اور مدینہ پر ہمارا قبضہ نہیں ہو جاتا اور چونکہ یہ علاقہ مہبط الوحی اور مرکز اسلام ہے اس لئے اس پر ہمارا تسلط ضروری ہے اور میں جب فاتح بن کر مکہ اور مدینہ میں داخل ہوں گا تو وہ رسولؐ میں پڑے ہوئے دو بتوں یعنی ابوبکرؓ اور عمرؓ کو نکال باہر کروں گا،

(بحوالہ "خمینی ازم اور اسلام"، صفحہ ۸، مؤلفہ ابوریحان فاروقی)

(۳) خمینی نے ۱۹۷۹ء میں اپنی حکومت قائم کرتے کے بعد پوسٹروں اور میروں

کے ذریعہ اپنے جس پلان کی تشہیر کرائی اس کی عبارت یہ تھی کہ "ہم جنگ آزماہول
یہاں تک کہ غاصبوں کے قبضے سے اپنی مقدس زمیں (یعنی عراقی کربلا اور سعودی
مدینہ منورہ) اور خانہ کعبہ اور جوآن واپس لیں گے"۔

(بحوالہ "ماہنامہ الفرقان" لکھنؤ، اگست ۱۹۸۷ء صفحہ ۱۱)
(۴۱) ایرانی اقتدار فروری ۱۹۷۹ء میں خمینی کے ہاتھ آیا اور صرف نو ماہ بعد ہی ایک
مسلحہ گروہ نے حرم کعبہ پر نومبر ۱۹۷۹ء میں حملہ کیا، سینکڑوں مسلمانوں کو ہلاک کیا اور دو
ہفتوں سے زیادہ تک حرم بیت اللہ پر قبضہ جمائے رکھا تاہم ناپاک قبضہ ناکام
ہو کر رہا۔

(۵۱) اس کے بعد ہر سال عین رجب کے دوران خمینی کے کارندے حدود حرمین
میں ہنگامے کر کے حرمت حرمین پامال کرتے رہے۔ مرکز امن کو براگندہ کرنے کا
یہ شیطانی دھندہ گزشتہ سال ۱۹۷۸ء تک لگاتار چلتا رہا۔ حالانکہ ۱۹۷۹ء میں ہی حرمین
کو آتشیں بموں سے اڑا دینے کی سازش پکڑی جا چکی تھی (تفصیل اوپر ابتدائیہ
میں مذکور ہے) اس کے باوجود ۱۹۷۸ء کے حج کے لیے خمینی نے اپنی آل اولاد کو
یہ ہدایات دیں تھیں کہ "حج کو کافروں سے اظہارِ برائت سمجھو" کے لیے استعمال کریں
اور ایام حج میں زبردست مظاہروں کا فریضہ انجام دیں۔ اور یہ کہ یہ حج بالکل
فیصلہ کن اور کچل دینے والا (CRUSHING) حج ہونا چاہئے۔

(بحوالہ "ایپیٹ انٹرنیشنل" لندن، ۱۳/۱۲/۱۹۸۷ء اگست ۱۹۸۷ء)
ان ہی ہدایات کے مطابق ۱۴ جولائی ۱۹۷۹ء کو جو مسلح جلوس حرم کعبہ کے اطراف مارچ
کر رہا تھا، اس کے بینروں پر صاف لکھا ہوا تھا کہ "لبیک یا خمینی" اور "اپنے
آپ کو مسلح کرو اور ہتھیار اٹھاؤ" اس کے ساتھ ہی اس مسلح ٹولے نے وہ خون
خواری دھون ریزی پیا کی جس کی تفصیل منظر عام پر آچکی ہے۔ خلاصہ یہ ہے

کہ عصر عید میں اسرائیل اور ایران دونوں کا حتمی ہدف مسلمانوں کا روحانی مرکز ہے۔ لہذا حرمین کو تاخت و تاراج کرنے اور اس سر زمین مقدس پر قبضہ کرنے کے لیے آج کل حکمت عملی یہ ہے کہ اول دستہ تو ایران کا ہوا اور اس کو مکمل اسرائیل بہم پہنچا تا رہے۔

حاصل کلام

آج سانحہ حرم کے حوالے سے یہود اور اہل یہود اہل تشیع (کبھی چودہ صدیوں سے جاری اسلام دشمنی طشت از باہم ہو چکی ہے اور قرن اول کے ابن سبا یہودی (بابائے شیعیت) سے لے کر دور حاضر کے خیمتی تک تمام چہرے تاریخ کے آئینہ میں بالکل بے نقاب ہو چکے ہیں۔ لہذا اب آخری موقع ہے کہ مسلمانان عالم خواب غفلت سے بیدار ہوں اور اپنی بقا اور اپنے مرکز حرمین شریفین کی حفاظت کیلئے کم از کم ان آستین کے سانپوں کی بلاتناخیر اور مکمل سرکوبی کر دیں۔ ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے!

بریلوی مکتب فکر کے مقتدا اور پیشوا اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی کا فتویٰ

بالحمد للہ ان رائیوں تیرائیوں کے باب میں حکم قطعی اجماعی یہ ہے کہ وہ علی العرم کفار مرتد ہیں۔ اسکے ہاتھ کاؤ بیچہ مردار ہے۔ ان کے ساتھ نہ نکاح نہ صرف حرام بلکہ خاص ذرا ہے معاذ اللہ مردانہ اور عورت مسلمان ہر تو یہ سخت قہر الہی ہے۔ اگر مرد و عورت ان خبیثوں کی ہوجب بھی ہرگز نکاح نہ ہوگا محض ذرا ہوگا اولاد و اولاد نہ ہوگی۔ باب کا ترک نہ ہائے گی۔ اگر سچا اولاد و عورت ہی ہو کر شرطا اولاد ان کا باپ کوئی عورت نہ ہوگی سستی ہوگی نہ مہر کی کہ زانیہ کے لئے مہر نہیں۔ رافضی اپنے کسی غریب حتیٰ کہ باپ بیٹے ماں بیٹی کا بھی ترک نہیں ہو سکتا۔ سنی تو کسی مسلمان کو کسی کافر کے گھر میں نہ کہ خود اپنے گھر میں نہ کہ کسی کافر کے گھر میں اس کا اصلاح نہ ہوگی۔ عورت عالم جاہل کسی سے میل جمل سلام کلام سب سخت کبر و اشد حرام۔ جو ان کے ملعون عقیدوں پر آگاہ ہو کر پھر بھی انہیں مسلمان جانے یا ان کے کافر ہونے میں شک کرے یا ان تمام ائمہ و دین خود کافر ہے دین ہے اور اس کے لئے بھی یہی احکام ہیں جو ان کے لئے مذکور ہوئے مسلمانانہ پڑھ رہے ہیں کہ اس فتویٰ کو جو کس شخص پر نہیں اور اس پر عمل کر کے سچے سچے مسلمان بنی جائیں۔

وہا للہ التوفیق واللہ! بحسبہ تعالیٰ اعلم وعلیہ جل مجدہ اتمہ واحکم۔

کتبہ

عبد المذنب احمد رضا البریلوی

عمدی سنی، حنفی، قادیانی ۱۳۰۱ھ

عبد الصطفیٰ احمد رضا خان

باب دوم

مکہ مکرمہ کی خونی کہانی — تصاویر کی زبانی

باب اول میں یہ تاریخی حقیقت تو بالکل واضح ہو چکی ہے کہ کچھلی چودہ صدیوں سے یہود و اوائی یہود (اہل تشیع) مسلسل اور مشترکہ طور پر اسلام کے "سیاسی مرکز" اور اسلام کے "روحانی مرکز" دونوں کے خلاف تخریب کاریاں کرتے چلے آئے ہیں۔ آخر کار حبيب بن دشمنان اسلام نے ۱۹۲۴ء میں دنیا سے پہلی مرتبہ عالمی ادارہ خلافت ختم کر ڈالا یعنی یہ کہ خلافت عثمانیہ جیسا مضبوط و مستحکم اور آخری سیاسی مرکز اسلامیہ دنیا کی تاریخ سے مٹا ڈالا، تو پھر ان کا اصل ہدف مسلمانوں کا روحانی مرکز (حرمین مقدس) بن گیا۔ اسلام کے باقی ماندہ اس دوسرے مرکز یعنی حرمین شریفین کو بھی تباہ و برباد کرنے کے لیے عالمی یہودیت اور شیعیت نے پہلے سے زیادہ سرگرم ہو کر مختلف حربے اور تھکنڈے — استعمال کرنا شروع کر دیئے اسی مقصد سے ۱۹۴۸ء میں اسرائیل وجود میں آیا۔ اور آگے چل کر ۱۹۷۹ء میں ایران کا اقتدار خمینی کے ہاتھوں میں آیا۔ فروری ۱۹۷۹ء میں ایرانی اقتدار خمینی کے ہاتھ آئے کے صرف نو ماہ بعد ہی ایک مسلح گروہ شیاطین نے نومبر ۱۹۷۹ء میں حرم کعبہ پر قبضہ کر لیا جو سترہ روز تک جاری رہا۔ تاہم بڑی مشکل سے کعبۃ اللہ کو اس ناپاک قبضہ سے آزاد کر لیا گیا۔ اس کے باوجود اگلے ہی سال سے خیمتی کے کارندوں نے ہر سال موسم حج اور حدود حرمین کے اندر نعروں، مظاہروں اور ہنگاموں کا سلسلہ قائم کر دیا جو تا حال جاری و ساری ہے۔ دیریں اثناء ۱۹۷۹ء میں ایرانی دہشت گردوں نے حرمین مقدس کو آتش گیر بارود سے اڑا دینے کی بھی عملی کوشش کی۔ مگر ناکام بنا دی گئی اور تمام مجرم پکڑے گئے۔ اس ناکامی

و نامرادوی کے سبب اگلے سال ۱۸۷۷ء میں دوسرے پلان کے تحت حرم مکہ
 میں بہت بڑے پیمانے پر قتل و غارتگری بپا کی اور وہ بھی حسب سابق عین
 ایام حج میں۔ یاد رہے کہ دور جاہلیت میں کفار و مشرکین تک حرم مبارک
 کا اتنا احترام کرتے تھے کہ حدود حرم میں اپنے دشمن کو بھی گزند نہیں پہنچا
 تھے پھر جب اسلام آیا تو نبی کریمؐ نے فرمایا کہ حدود حرم میں حیوانات و نباتات
 کو بھی کوئی گزند نہ پہنچائی جائے اس کے بعد فوریہ مکہ بھی فرما دیا گیا کہ حالت
 احرام میں کوئی مسلمان وہاں مکھی اور مچھر تک نہ مارے۔ ان صریح احکامات
 کے باوجود غیبی کے شیعوں نے اس عظیم بیت اللہ الحرام کی عظمت و حرمت
 پامال کرتے ہوئے وہاں سینکڑوں مسلمانوں کو بے دریغ خون بہایا۔ یہ ہے شیعہ
 مذہب کا اعلیٰ منظر۔ اس عالمی خون خواری اور خونی کہانی کی تفصیلات یہاں
 دو صفحے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس لیے کہ یہ سب کچھ دنیا کے اخبارات میں
 شائع ہو چکی ہیں۔ البتہ یہاں شائع شدہ تصاویر میں سے چند تصاویر ضرور ملاحظہ
 فرمائیے اور ان شیعہ شیاطین کے ابلیسی عزائم و جرائم کا مشاہدہ کر لیجئے کہ کس
 طرح عالمی یہودیت کے تحت یہ آل یہود اہل تشیع عالمی مرکز اسلام (حرمین شریفین)
 کو نیست و نابود کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ اس مشاہدے سے وہ تازہ ترین سازش
 سمجھی جاسکے گی جو اگلے باب سوم میں پیش کی جا رہی ہے۔

ایرانیوں کے

جرم کا مستر بولتا ثبوت

حرمین کو بارود سے اڑانے کی کوشش

تصاویر کے اثبتہ میں - ۷ اگست ۱۹۸۶ء
(۳ ذوالحجہ ۱۴۰۶ھ)



ایک ایرانی حاجی جو ایران کے حکام کی دی ہوئی ہدایات بتا رہا ہے

ایرانی حاجیوں نے گزشتہ سال

آتشگیر مادہ لانے کی کوشش کی تھی

سعودی پولیس ایکشن ایڈہ سعودی ٹیلی ویژن

نے گزشتہ شام ایک دستاویزی فلم دکھائی ہے

جس میں دکھایا گیا تھا کہ گزشتہ برس بعض ایرانی

حاجیوں نے شاہ عبدالعزیز انٹرنیشنل ایئرپورٹ

کے ذریعے آتش گیر مادے کی ایک بھاری تعداد

سعودی عرب میں لانے کی کوشش کی تھی لیکن

کے دوران ایک ایک کی پل تھہ سے آتشگیر مادہ

برآمد ہوا۔ اس مادے کا مجموعی وزن اکیاون

کلوگرام تک پہنچ گیا۔ آتش گیر مادے کے ایک

سعودی ماہر نے بتایا ہے کہ یہ مادہ سی فور

(۴-۲) کہلاتا ہے اندیہ آر پی اے اس مواد

پر مشتمل ہوتا ہے جو کہ سخت ترین فوجی پلاننگ

آتشگیر مادہ شمار ہوتا ہے۔ یہ مادہ تجارتی طور پر

بھی نہیں ہے یہ صرف فوجی مقاصد کے لئے فوجی

ٹیکٹریوں میں ہی تیار ہوتا ہے اور اس مادے

کا ایک کلوگرام فزن ایک گاڑی کو تباہ کرنے

اور دس میٹر کے قطر کے دائرے میں ۸۵ فیصد

لوگوں کی موت کا سبب بن سکتا ہے

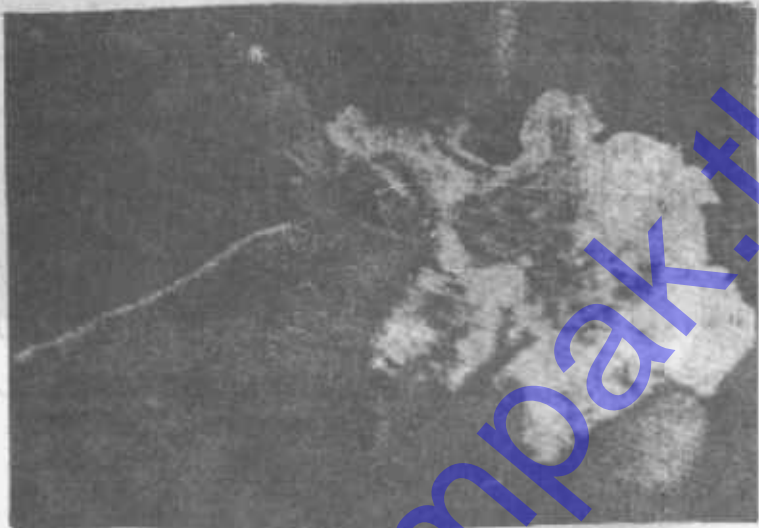


ایرانیوں کے قبضے سے برآمد ہونے والی آتشگیر مادہ



ایرانی حاجیوں سے زائد کی تفصیلات معلوم کیے جا رہے ہیں

حرمت کعبہ کی بے حرمتی کی منہ بولتی تصاویر



آتش گیر مادہ جو ایرانی حاجیوں کے قبضے سے برآمد ہوا

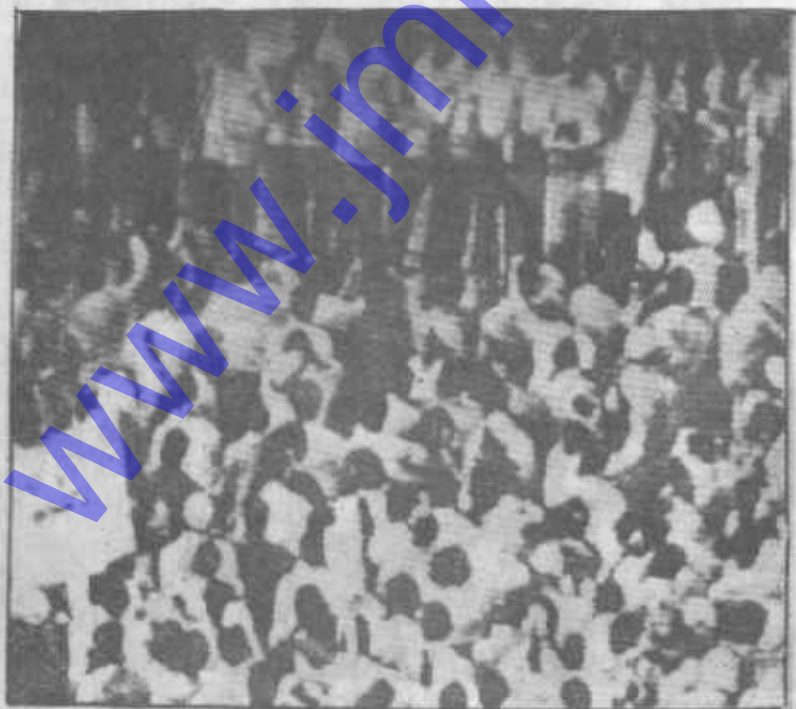


ایرانی حاجیوں کے وفد کا سربراہ

حرمتِ حرم کی بے حرمتی کی منہ بولتی تصاویر

۱۳ جولائی ۱۹۸۷ء (۶ ذوالحجہ ۱۴۰۷ھ)

یہ تصویریں ایرانی حکام کا پرل کھول رہی ہیں جنہوں نے کہیں ہزار کرائے کے آدمی لا کر مکہ معظمہ میں ڈالے تھے تاکہ وہ حجاج کے درمیان گھس کر ارض مقدس اور شہر حرام میں پُر تشدد مظاہرہ کریں اور ان آیت اللہ حضرات کی تصویریں اٹھانے کی شرمناک حرکت کریں جنہوں نے ساری دنیا کے سامنے اسلام کا علیحدہ بگاڑ کر دکھ دیا۔ کرائے کے ان آدمیوں نے آگیں لگائیں۔ بے گناہ لوگوں کو لے کر قتلوں تلے دھنوا ہزاروں کی تعداد میں حبس خانہ کو تیز دھوپ میں گھسے رکھا اور انہیں اپنے گھروں کو نہ جانے نہ دیا، ان پر ڈنڈوں اور پتھروں کی بارش کی اور ان کے ایمان سے منور سینوں میں منجھڑا اور جھڑیاں ماریں۔ یہ سب کچھ ہمیں کسے آدمیوں نے اسلام کے نام پر کیا۔



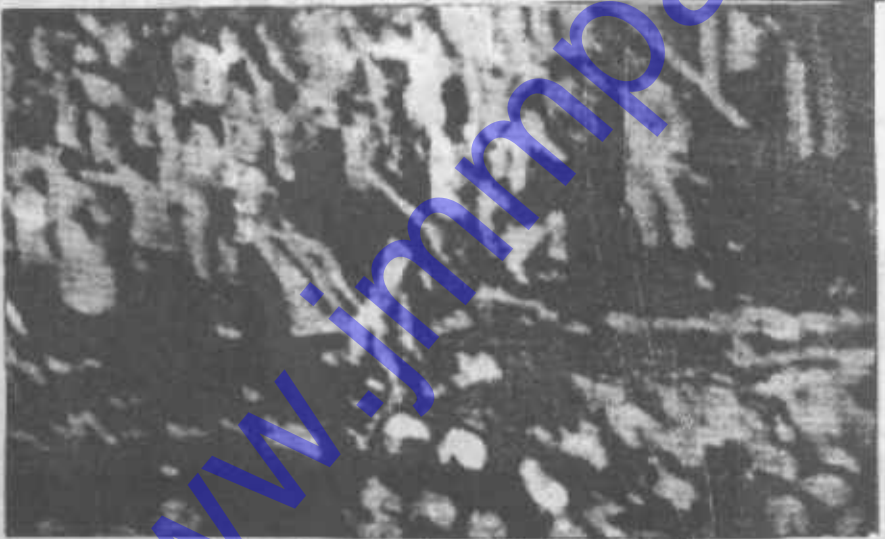
ایرانی مظاہرین حرم کو جانے والے راستے دروازے پر سٹے ہیں



منظر ہریئے کولڈ اسپیکروں کے ذریعہ ہنگامہ آرائی پر گنا یا جب رہا ہے



ایران خواتین میں معاہدہ میں شریک متعین



حاجیوں اور شہریوں پر پتھر مار



مظاہرین خلاف شرع میز اٹھائے ہوئے ہیں



مکہ مکرمہ کے گلیوں کے وسط میں عورت کے پائٹا



تحریک کا مظاہرین کا جلوس مکہ کی ایک شاہراہ پر



ایرانی لکچر میں کام کرنے والے آذربائیجان کے طلبہ



ایرانیوں کے مظاہرہ کا ایک منظر

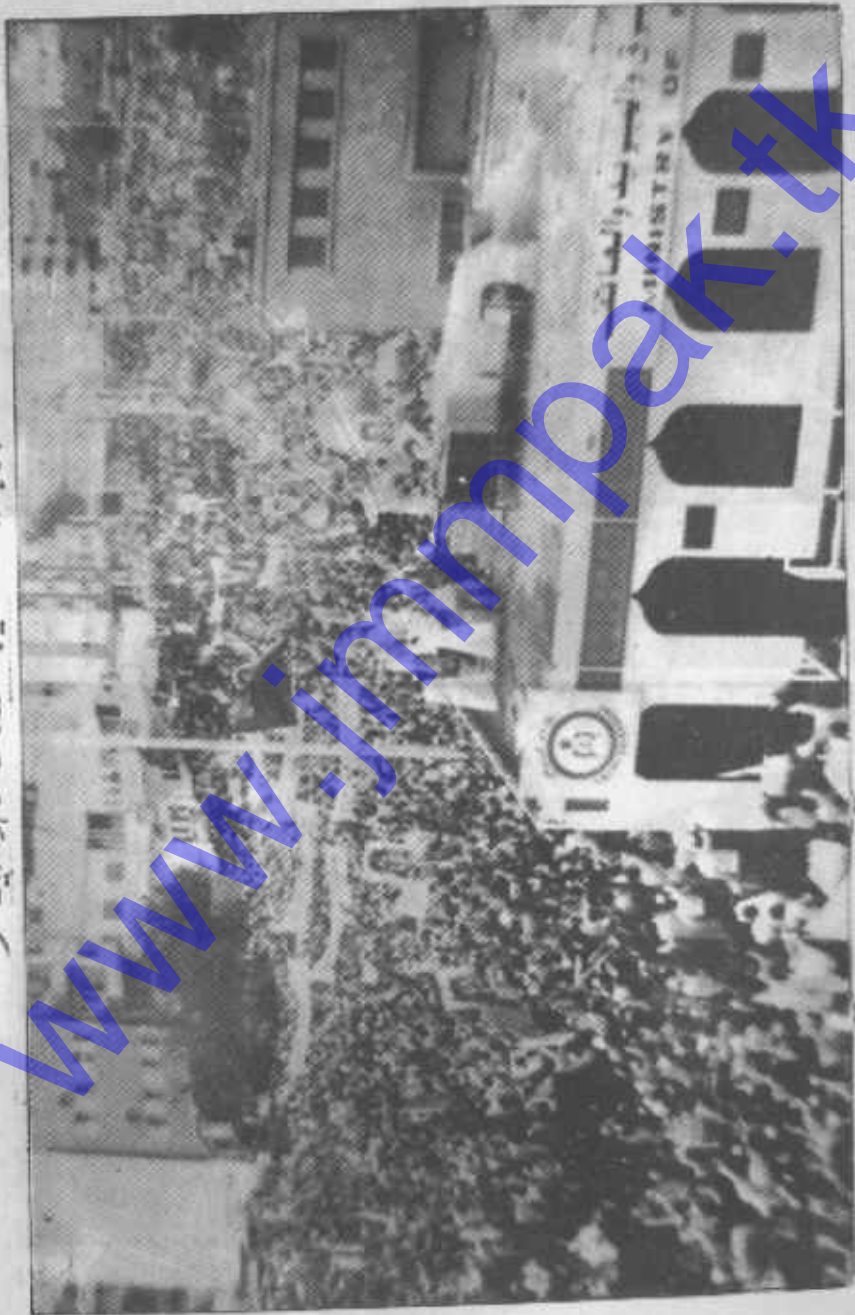


مکہ میں ابراہیم کی علی کے کھمبوں پر شوانگیزی



منظاہرین تخریب کاری کا آغاز کر رہے ہیں۔

مکہ کی شاہراہ پر اسرائانی تخریب کاروں کے مظاہرہ کا ایک منظر





تخریب کار مظاہرین کا ایک جلوس

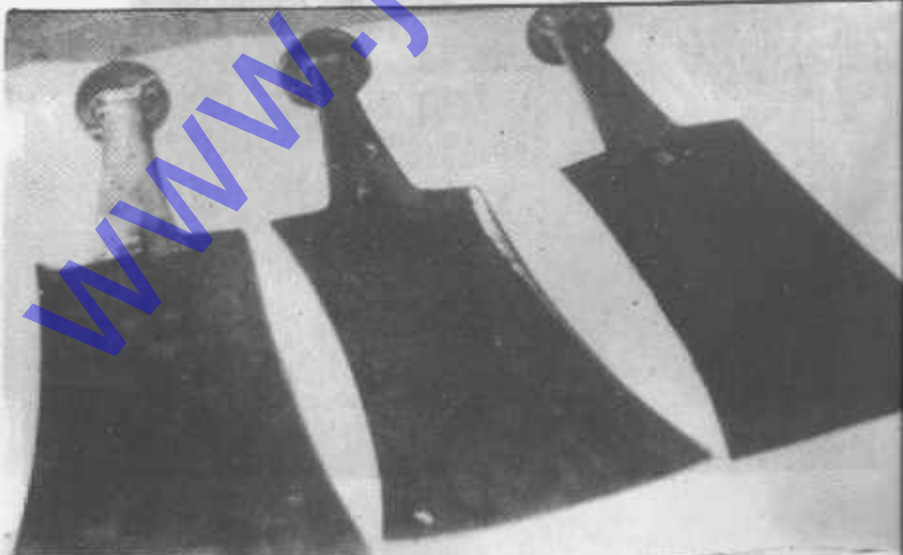


ایرانی مظاہرین ایک موٹر سائیکل کو آگ لگا رہے ہیں

لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ کی بجائے "لَبَّيْكَ یا خمینی"



حرمین شریفین میں خون خرابہ میں استعمال ہونے والے ہتھیار



حرمین شریفین میں خون خرابہ میں استعمال ہونے والے چند ہتھیار

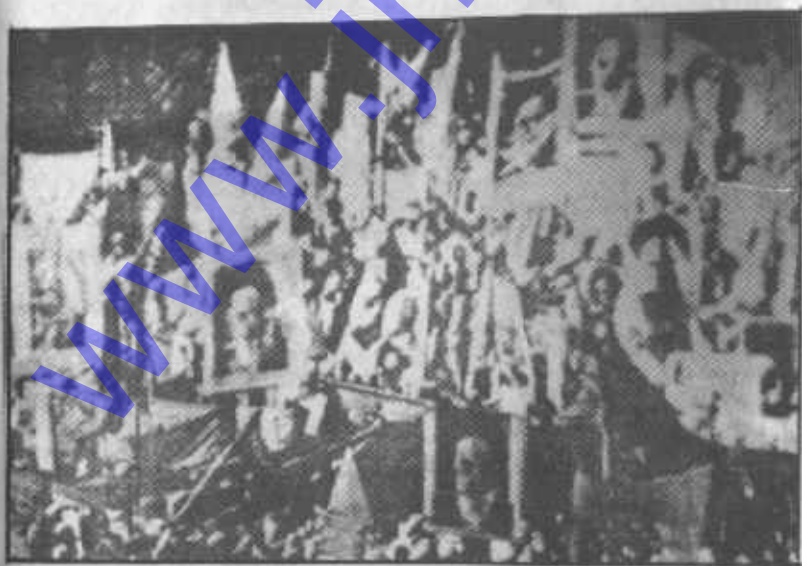


حرمین شریفین میں خون خرابہ میں استعمال ہونے والے ہتھیار





ایرانی تخریب کاروں کا بیت اللہ میں خلاف شرع مظاہرہ



مظاہرہ کیلئے جمع ہونے والے ایرانیوں کی ایک شاخ

باب سوم

عربین مقدس پر قبضہ کرنے کے لیے تازہ ترین شیعہ سازش

۱۱۔ قبل اس کے کہ عربین شریفین پر قبضہ کرنے کے لیے ایران کی تازہ ترین سازش بیان کی جائے پچھلے چودہ سو سالہ تاریخی جائزے کا لب لباب سامنے رکھنا ضروری ہے۔ گزشتہ تاریخ اسلام کے مطالعہ کا نچوڑ یہ ہے کہ جب حضور نبی اکرم کے ذریعہ اسلام کا عملی قیام وجود میں آیا تو اسی وقت سے عالمی یہودیت نے اسلام کے خلاف سازشیں شروع کر دیں، مقصد یہ تھا کہ کسی نہ کسی طرح اسلام کے "سیاسی مرکز" اور اسلام کے "روحانی مرکز"، دونوں کے وجود کو مٹا دیا جائے۔ اس غرض سے ہزاروں سال پرانی اور سازشی یہودیت نے ابن سبا یہودی کے بلطن سے شیعہ مذہب کو جنم دیا تاکہ مسلمانوں میں اختلاف و افتراق کے ذریعہ اسلام کی متحدہ قوت، منظم اجتماعیت اور مستحکم مرکزیت کو سبوتاژ کیا جاسکے۔ لہذا ابن سبا یہودی نے اپنے شیعوں کے ساتھ پہلا قدم اسلام کے "سیاسی مرکز" کو متزلزل کرنے کے لیے اٹھایا۔ ان اہل تشیع نے مرکزی خلافتِ وقت کے خلاف عملی اقدام کی ابتدا اس طرح کی کہ خلیفہ وقت سیدنا عثمان ذوالنورین کو عین ماہ حرام (ذوالحجہ ۳۵ھ) میں اور صدمہ حرم نبوی کے اندر قتل کر دیا۔ یوں یہود اور آل یہود نے پہلے مرتبہ ملکر نہ صرف سیاسی مرکز اسلام پر ہاتھ اٹھایا بلکہ مسلمانوں کے حرم مقدس کی حرمت پر بھی ہاتھ صاف کیا۔ اولین دشمنان اسلام کی یہ ہی دُودھاری تلوار تاریخ میں آج تک مسلسل استعمال ہوتی چلی آئی ہے پچھلی چودہ صدیوں میں ایک طرف تو خلافتِ راشدہ، خلافتِ بنو امیہ، خلافتِ عباسیہ اور آخری خلافتِ عثمانیہ کی عالمی مرکزیت یکے بعد دیگرے ختم کی جاتی رہی ہیں

تو دوسری جانب حرمت حرمین بھی وقتاً فوقتاً روندی جاتی رہی ہے جب
 آخری عالمی خلافت عثمانیہ ۱۹۲۵ء میں ختم کر دی گئی جو دنیا میں واحد سپر پاور
 بھی تھی اور اسلام کا سیاسی مرکز، بھی تھی، اس کے بعد سے یہودیت اور شیعیت
 کی مشترکہ قوت اسلام کے ”روحانی مرکز“ (حرمین محترم) کی تسخیر اور تباہی پر
 لگ گئی۔ اس دوسرے مرحلے میں سب سے پہلے ۱۹۴۸ء میں اسرائیل کی ناجائز
 ولادت عمل میں لائی گئی اور فوراً ہی اسرائیلی وزیر اعظم بن گوریان نے باقاعدہ
 اعلان کر دیا کہ یہود جس خطہ زمین سے ماضی میں نکالے گئے تھے یعنی حرمین، اس
 پر وہ قبضہ کر کے رہیں گے۔ اس یہودی اعلان کے ساتھ ساتھ ہی آل یہود کے
 خفیہ کا یہ اعلان بھی اس کی کتاب ”کشف الاسرار“ کے ذریعہ سامنے آیا۔ کہ
 جب صاحب الامر ظاہر ہوں گے تو وہ مکہ اور مدینہ پر قبضہ کریں گے۔ پھر
 ابوبکر و عمر و عائشہؓ کو قبروں سے نکال کر انھیں سزا دیں گے اور پھر تمام
 سنیوں (یعنی مسلمانوں) کو قتل کر دیں گے۔ ان یہودی و شیعہ یکساں عزائم
 کے ساتھ یہ دشمنان اسلام آگے بڑھتے رہے اور بالآخر ۱۹۷۳ء میں مسلمانوں
 کے قبلہ اول (بیت المقدس) پر یہود قابض ہو گئے ۱۹۷۴ء اور ۱۹۷۵ء کی منازل
 طے کر لینے کے بعد سے آج تک یہود اور آل یہود اب آخری منزل یعنی تسلط
 حرمین کی جانب پیش قدمی کر رہے ہیں۔ یہ ہی وجہ ہے کہ ۱۹۷۵ء میں خمینی
 کی انقلابی حکومت ایران میں قائم ہوئی اور اسی سال سے حرمین شریفین
 میں حملوں اور ہنگاموں کا سلسلہ شروع ہو گیا جو ہر سال ایام حج میں ۱۹۷۵ء
 تک جاری رہا۔ بہر حال یہودی ماسٹر کا یہ شیعہ ہر اوّل دستہ اپنے اس حتمی
 مقصد میں ۱۹۷۵ء تک ناکام رہا کہ مسلمانوں کا روحانی مرکز بھی ان کے سیاسی
 مرکز کی طرح تباہ و برباد کر دیا جائے یعنی یہ کہ مسلمانانِ عالم کی روحناسی

مرکزیت بھی ٹھیک ان کی سیاسی مرکزیت کی طرح دنیا سے مٹا دی جائے۔

(۲) جولائی ۱۹۷۸ء کی آخری ناکامی و نامرادی کے بعد یہودی آقا کے اشارے پر خمینی نے نیا منصوبہ بنایا جس کے تحت دنیا بھر میں ایرانی سفارتخانے رچ کانفس اور چی سیمینار منعقد کر رہے ہیں اور جہاں یہ مطالبہ کیا جا رہا ہے کہ ملک اور مدینہ کو کھلا شہر قرار دیا جائے اور بین الاقوامی کنٹرول میں دیا جائے یہ نہی اور گہری جال بڑی کثیر الجہت ہے۔ مثلاً اس سے تو مملکت حرمین دو ٹکروں میں تقسیم ہو کر کمزور ہو جائے گی، میزبان حرم کی ذلت و خواری جائے گی، مسلمانوں میں انتشار و خلفشار کی دائمی لہر پیدا ہو جائے گی، اور گزشتہ نو برسوں کی شیعہ نظامہ آرائی اور قتل و غارتگری حرمین میں سالانہ کی بجائے روزانہ کا معمول بن جائے گی۔ اس تازہ سازشی مطالبے کا اصل مقصود یہ ہے کہ حرمین کے روحانی مرکز کو ایک اکھاڑہ بنا دیا جائے تاکہ پیہم اکھاڑ پچھاڑ سے وہاں نہ مسلمان سلامت رہیں اور نہ ہی مسلمانوں کا قبیلہ و کعبہ باقی رہے چونکہ خمینی کا دعویٰ تو یہ ہے کہ پوری دنیا میں صرف ایک ہی ملک ایران "اسلامی" ہے اور باقی سب ممالک "طاغوتی" ہیں۔ لہذا ہونا تو یہ چاہیے کہ قم اور تہران کو کھلا شہر قرار دیا جائے تاکہ دنیا کا جو مسلمان جب چاہے وہاں ویزا وغیرہ کے بغیر چلا جائے۔ آخر خمینی اپنے ایرانی مقامات مقدسہ کو کھلا شہر کیوں نہیں بنایا؟ وجہ صاف ظاہر ہے کہ وہ دنیا کے تمام مسلمانوں کو بے عقل اور بےوقوف سمجھتا ہے اور اپنی تازہ شیطنیت کا شکار کرنا چاہتا ہے۔

(۳) بیان کردہ کھلے حقائق کے علی الرغم چند بھولے بھالے مسلم عناصر صحیحہ جو بھی بغیر خمینی کے سنئے دام میں گرفتار ہو ہی گئے ہیں۔ ان سادہ لوح حضرات کی خدمت میں عرض ہے کہ اگر وہ پیش کردہ گذارشات کے باوجود شیعہ خباثت

لا اور ان نہ کر سکے ہوں تو کم از کم اب ذرا خمینی کی تازہ البیسی اسکیم کے مہلک مغز
 پر ہی غور فرمائیں، - انشاء اللہ انہیں خمینی کی یہودی شیطنیت کے متعلق شرع
 صدر حاصل ہو جائے گا۔ اولاً یہ کہ حرین کو کھلا شہر قرار دینے کا مطلب مفہوم
 کیا ہے؟ یہ ہی ناکہ کسی ویزا، پاسپورٹ، چیکنگ اور حساب کتاب کے بغیر حرین
 میں آمد و رفت کی آزادی ہو، جس کا جب جی چاہے وہاں داخل ہو جائے۔ یعنی
 یہ کہ وہاں بس ایک میلہ لگا رہے کہ جو چاہے پہنچ جائے اور تماشہ دیکھ کر اتنا دیکھا کر رخصت
 ہو جائے، وہاں نہ کوئی روک ٹوک ہو اور نہ کسی قسم کی مداخلت و ممانعت ہو مطلب
 یہ ہوا کہ حرین میں سرے سے کوئی نظم نہ ہو اور عمرہ جیسی اہم زیارات اور حج جیسی
 فرض عبادت میں لاکھوں کا مجمع بد نظمی اور افراتفری کے نذر ہو جائے۔ دوسرے
 یہ کہ ایسی عجیب و غریب صورت حال میں وہاں کون کون اور کیسے کیسے لوگ
 پہنچ سکتے ہیں اور کیا کچھ جرائم کر سکتے ہیں۔ اس کا اندازہ ہی ہولناک ہو گا تبصرے
 یہ کہ جہاں یہ معلومات ہی نہ ہوں کہ کب اور کتنے افراد کہاں کہاں سے مکہ اور مدینہ
 چلے آئیں گے تو وہ کون سا کمیٹیٹر ہو گا جو ان کے قیام و طعام اور دیگر ضروریات
 کے تمام انتظامات کر سکے گا۔ چوتھے یہ کہ اگر مکہ و مدینہ کھلے شہر ہو گئے تو حدیث
 جو باہر سے آئیوالوں کی پہلی منزل بھی ہے اور گذر گاہ بھی اور وہ تمام مقامات
 جو مکہ اور مدینہ کے درمیان گذر گاہیں ہیں ان کی حکومت و انتظامیہ نگرانی
 و نگہبانی کا فریضہ کیوں کر انجام دے سکے گی اور اگر مقامی انتظامیہ کا عمل فعل
 ہو گا تو کس حد تک۔ پانچواں نکتہ اتہائی توجہ طلب یہ ہے کہ کھلا شہر ہونے
 کی وجہ سے جب حرین محترم میں ہر شخص کو مادر پدر آزادی حاصل ہو جائے گی
 تو وہاں کیسے کیسے سیاسی، گروہی، علاقائی، نسلی، اور لسانی مفادات کے
 مظاہرے اور پروپیگنڈے ہوں گے جس کے نتیجہ میں باہمی تصادم ہوتے

رہیں گے اور جن کی روک تھام مشکل ہی نہیں ناممکن ہو جائے گی۔ چھٹا نکتہ بھی
 بہت اہم ہے اور وہ یہ کہ جب کھلے شہر میں کھلی چھٹی ہوگی تو دنیا کے در
 جنوں مسلم لیڈروں کے نام اور نعرے حریم میں بلند کئے جائیں گے اور یقیناً
 ان کی تصاویر بھی وہاں لگائی جائیں گی۔ جہاں خود آنحضرتؐ نے سابقہ انبیاء
 کی تصاویروں تک کو حرم کی دیواروں سے صاف کیا تھا، وہاں محمودی
 اور دقتی لیڈروں کی تصویریں پھیلی ہوئی ہوں گی۔ پابندیوں کے ہوتے
 ہوئے تو وہاں خمینی ہر سال نہ صرف اپنی بیت نمائی کراتا ہے بلکہ صدائے
 لبیک اللہ کی بجائے "لبیک یا خمینی" کے کافرانہ نعرے لگواتا ہے چنانچہ
 پابندیاں اٹھنے کی صورت میں تو وہ بیت اللہ الحرام میں مزید حرام کام
 کرے گا اور بالآخر وہاں اللہ کی عبادت کی بجائے صرف اپنے بت کی
 پوجا پرستش کرائے گا۔ ساتواں اور آخری نکتہ یہ ہے کہ حریم مکرم پر بین
 الاقوامی کنٹرول کی تجویز خام خیالی بھی ہے اور واہی تباہی بھی، مفسدہ خیز
 بھی ہے اور معنی خیز بھی اور ناقابل قبول بھی ہے اور ناقابل عمل بھی۔ بغرض
 محال اگر حریم کو بین الاقوامی نگرانی میں دیا بھی جائے، تب بھی یہ ناممکن
 ہوگا کہ نگرانی بین الاقوامی ادارہ حریم پر یورشیں کرنے والے موجودہ فسادوں
 کو ان کے روز افزوں فتنوں سے باز رکھ سکے، کیونکہ عالمی تنظیم اقوام متحدہ
 تک اسرائیل اور ایران سے اپنا یہ متفقہ فیصلہ آج تک نہ منوا سکی ہے
 کہ وہ دونوں مسلم عرب پر زور و زبردستی، ظلم و زیادتی اور قتل و غارتگری
 روا نہ رکھیں، مسلم بلاد عرب کے مختلف خطوں کو ہڑپ نہ کریں۔ اور پورے
 مسلم مشرق وسطیٰ کو اپنے جنگی جنوں کا نشانہ نہ بنائیں۔ لہذا حریم میں بھی
 کوئی بین الاقوامی ادارہ آل یہود (اہل تشیع) کی یہودی پشت پناہی کے ساتھ

جاری شدہ بد امنی اور بد اعمالیوں کو کنٹرول نہیں کر سکے گا۔ پھر قطع نظر اس کے کہ بین الاقوامی نگہداشت کی مجوزہ اسکیم نہایت پیچیدہ اور یہودہ ہے، یہ کلیتہً ایک کھلی سازش ہے کہ ملک حرمین کے اندرونی معاملات میں بیرونی مداخلت کی جائے اور ریاست در ریاست کے قیام سے اس پوری اسلامی ریاست کو منہدم کر دیا جائے۔ یہ دراصل ایک خوشنما چال ہے جس کے ذریعہ سے عیار یہودی و خمینی کی خواہش ہے کہ سعودی اور غیر سعودی مسلمانوں کو حرمین سے بے دخل ہی نہ کریں بلکہ وہیں ان کا مکمل صفایا بھی کر دیں اور پھر اس روحانی مرکز اسلام پر قبضہ کر کے پورے ہی عالم اسلام کی بھی اینٹ سے اینٹ بجادیں۔

(۴) جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے، آخری مرتبہ جولائی ۱۹۷۸ء میں خمینی ٹیم نے حرم مکہ میں سینکڑوں مسلمانوں کے خون سے خوب ہولی کھیلی مگر پھر بھی قبضہ حرم کی پرانی سازش میں مزید منھک کھائی۔ چنانچہ اگلے ہی ماہ یعنی اگست ۱۹۷۸ء میں خمینی نے متبادل منصوبہ بنا لیا۔ اور جگہ جگہ اس مطالبے کا چکر چلایا کہ مکہ اور مدینہ کو دیکھ لیں بین الاقوامی شہر قرار دیا جائے۔ ہر چند کہ چند ماہ تک یہ ہم زور و شور سے چلتی رہی لیکن متوقع کامیابی اب تک حاصل نہ ہو سکی۔ مطلب یہ ہے کہ اب دنیا کے مسلمان بالعموم خمینی کا یہ نیا شوشہ و شاخسانہ سمجھ گئے اور دھوکہ دہی کے اس پھندے میں پھنس نہیں سکے علاوہ انہیں ان ہی حالیہ چند ماہ کے دوران دنیا کے بے شمار علمائے اسلام نے شیعیت و خمینیت کے کفر ہونے کے فتاویٰ جاری کر دیئے، جن کی تصدیق و توثیق کرتے ہوئے عالم اسلام کے شیخ الاسلام اور مفتی اعظم سعودی عرب الشیخ عبدالعزیز بن باز نے خمینی کے خارج از اسلام اور مرتد ہونے کا فتویٰ بھی

صادر فرما دیا اور جس کی تائید رابطہ عالم اسلامی کے عالمی اجلاس منعقدہ اکتوبر ۱۹۸۷ء نے بھی کر دی۔

(جواب: اخبار المسلمون، مکہ مکرمہ، ۱۶ اکتوبر ۱۹۸۷ء۔ ماہنامہ الفرقان، لکھنؤ، خصوصی اشاعت اکتوبر تا دسمبر ۱۹۸۷ء۔ ماہنامہ بینات، کراچی، خصوصی اشاعت جنوری و فروری ۱۹۸۸ء۔ ماہنامہ اقرآؤ انجسٹ، کراچی، شیعیت نمبر فروری ۱۹۸۸ء)

عالم اسلام کے اس خصوصی ردِ عمل کو خمینی نے ایک چیلنج کی حیثیت سے لیا اور جواباً فوراً اس نے اپنا تازہ ترین منصوبہ مرتب کرنا شروع کر دیا جس کے آثار بتا رہے ہیں کہ وہ حریم پر حملے کا خوفناک ترین اور ہولناک ترین حربہ ثابت ہو سکتا ہے۔

(۵) سرغنہ آل یہود و خمینی نے اپنے تازہ ترین سازشی پلان کے تانے بانے جنوری ۱۹۸۷ء میں بننے کا آغاز کیا اور اس کی حکومت نے اعلان کیا کہ آئندہ جولائی ۱۹۸۷ء کے حج کے موقع پر تقریباً دو لاکھ ایرانیوں کو حریم کے لیے روانہ کیا جائے گا۔ طریق واردات کا پورا اندازہ تو اسی سے ہو جاتا ہے کہ ایرانیوں کا اتنا بڑا غول و جھٹھا تعداد کے اعتبار سے ایک نیا عالمی ریکارڈ ہو گا۔ پھر یہ کہ طریق واردات کی سنگینی کا ثبوت بھی جلد ہی مل جاتا ہے اور وہ یہ کہ ایرانی وزیر اعظم کی بیوی فاطمہ زہرا موسوی نے ۱۸ فروری ۱۹۸۷ء کو ایرانی کپڑا سیمٹ لاہور میں پریس کانفرنس کے ذریعہ علی الاعلان کہہ دیا ہے کہ اس سال بھی حج کے دوران ایرانی زائرین، "حریم میں وہی کچھ کریں گے جو پہلے کرتے رہے ہیں۔" (روزنامہ ڈان، کراچی، ۱۹ فروری ۱۹۸۷ء)

ان اعلانات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جولائی ۱۹۸۷ء میں حریم کی نقب زنی

اور تباہی کے لیے خمینی نے بہت بڑے پیمانے پر تیاری کرنی ہے یعنی یہ کہ احرام
 حج کے بارے میں اس مرتبہ ایران کے اسرائیلی ترغیت یافتہ کمانڈرز کی دو
 لاکھ فورس حرین پہنچ کر وہ زبردست تخریب کاری کرے گی جس کی تاریخ
 میں کوئی مثال نہ ہوگی۔

”اللہ اکبر۔ خمینی رہبر“

افسوس صد افسوس کہ ایسے مشرکانہ اور
 ایسے دل آزار نعرے بھی لگائے گئے جس سے
 حج کے دوران دنیا بھر کے مسلمانوں میں اشتعال
 اور بے چینی پھیل گئی جس پر سعودی حکومت
 نے بڑی مشکل سے قابو پایا۔

باب چہارم

قبضہ حرین کی تازہ ترین شیعہ سازش کے مقابل دفاعی تدابیر تدارک

پیش کردہ حقائق و دلائل کے پیش نظریہ بات تو طے ہے کہ آج ملت اسلامیہ کے مرکز اسلام (حرین) کو تاریخ کا بدترین خطرہ درپیش ہے۔ اگر ایران کے مذکورہ دو لاکھ منظم کمانڈوز کی حرین تک رسائی ہو جائے تو وہاں اتنی بڑی تعداد جنگجو اور ہلا کو کمانڈوں کی ہلاکت خیزی کو روکنا ممکن نہ ہوگا۔ لہذا قبل اس کے کہ وہ سنگین منظر ہلاکت رونما ہو ایسی حکمت عملی اختیار کرنی ہوگی جس سے اس آتے والے ابلیسی ویلے کو حرین میں داخل ہونے سے روکا جاسکے۔ وقت کا اولین تقاضہ یہ ہے کہ مسلمان اپنی شیعوں کے ساتھ ملے جا رہا واداری کو ترک کر دیں۔ اس لیے کہ ماضی بعید ہو یا ماضی قریب امت اسلامیہ اپنی اس طویل و بے معنی رواداری کا مزہ بھی خوب چکھ چکی ہے اور اپنی سادگی و سادہ لوحی کی سزا بھی بہت بھگت چکی ہے۔ ماضی و حال کے تمام واقعات، تجربات اور مشاہدات کی روشنی میں واحد راہ عمل صرف یہ نظر آتی ہے کہ اسلامیان ان دشمنان سے رواداری جیسی کمزوری کو رفع کر لیں اپنی تن آسانی و سہل انگاری کو ختم کر لیں۔ اور کامل ہمت و جرات سے کام لیں۔ تقاضے وقت کے ضمن میں دوسری ضرورت یہ ہے کہ مسلمان دنیا میں اپنے عظیم منصب اور اس کی عظیم ذمہ داری کے احساس کو اجاگر کریں۔

بالفاظ دیگر وہ اس ازلی عطیۃ الہی اور دنیا کے اولین مرکز عبادت و ہدایت کی
پاسبانی کا عظیم حق ادا کریں جو آج انبیاء کے نرسخ میں ہے۔ ارشاد الہی ہے
کہ بے شک دنیا کا سب سے پہلا گھر جو انسانوں کی عبادت کے لیے بنایا گیا
وہ وہی ہے جو مکہ میں ہے اور جو تمام دنیا کے لیے برکت و ہدایت کا مرکز ہے۔
(آل عمران - آیت ۹۶)

اللہ تعالیٰ نے اپنے بیت المحرام کی تعمیر انسانِ اول و نبی اول حضرت آدم علیہ السلام
سے ہی کرائی تھی پھر ابراہیم علیہ السلام سے اس کی تجدید کرائی اور آخر میں خاتم
النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اس کو ہمیشہ کے لیے عالم اسلام کے واسطے
دائمی قیام و کعبہ اور مرکز و محور بنا دیا، کیونکہ جس قطعہ زمین پر یہ بیت اللہ
ہے وہ بھی پورے کربہ ارض کا مرکزی نقطہ ہے۔ اس طرح اس اہم ترین اور
اعلیٰ ترین مقامِ حرم کا محافظ مسلمان کو بنایا گیا۔ لہذا اسے اپنے فرائض منصبی
کا گہرا شعور پیدا کرنا چاہئے اور ان اہم فرائض کی بجا آوری کے لیے دینی غیر
اور ملی حیثیت کو بروئے کار لانا چاہئے۔ موجودہ نازک حالات کا تیسرا اور
آخری تقاضہ یہ ہے کہ جملہ پاسبان و خادمانِ حرمین پوری توجہ سے حفاظت
حرمین کے متعلق ^{۱۸} سے ^{۱۹} تک کی اپنی اپنی کوتاہیوں و غلطیوں کا خود
احتساب کر لیں اور عہد کر لیں کہ نہ صرف ان کا اعادہ نہیں کیا جائے گا بلکہ
ان کا ازالہ بھی کیا جائے گا۔ ان تین محکم تیاریوں کے ساتھ خیمہ کی سازش
کو لٹنے کے لیے مندرجہ ذیل تین نکاتی اقدامات بھی لازمی ہیں:-

(۱) تمام مسلمانانِ عالم تامل و تاخیر کے بغیر شیعیت و خمینیت کے پرو
کاروں کی طے کردہ حیثیت (موجب مذکورہ متفقہ فتوے علماء و فیصلہ عالمی اسلامی
املاس اکتوبر ۱۹۷۸ء) کو قانونی مشکلی دینے کے لیے انفرادی و اجتماعی طور پر

راہ ہموار کریں اور تمام مسلم ممالک جملہ اہل تشیع کو آئینی طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دیں۔

(۲) چونکہ قرآن و حدیث کے مطابق حدودِ حریمین میں غیر مسلموں کا داخلہ بھی ممنوع ہے اور وہاں فسوق و جلال اور فتنہ و فساد بھی بدرجہ اولیٰ ممنوع ہیں اور چونکہ ایرانی شیعہ ان دونوں خصوصیات کے حامل ہیں، لہذا ان کے داخلہِ حریمین کی فوری و قطعی ممانعت کر دی جائے۔ یہ ہی فوری پابندی دیگر تمام ممالک کے اہل تشیع پر بھی عائد کی جائے۔ اس لیے کہ ان کی ساری وفاداری اور اتباع و اطاعت بھی صرف اور صرف اسی ایک مرکزِ شیعیت سے وابستہ ہوتی ہیں۔

(۳) چونکہ ایران کا سرکاری مسلک و مذہب شیعیت بھی غیر اسلامی ہے اور ایرانی حکومت کا حریمین مقدس پر مسلسل حملوں کا عمل بھی صریحاً خلاف اسلام ہے، چنانچہ ان دونوں بیٹن و جوبات کی بنیاد پر ایران کو اسلامی سربراہی کا نفوس کی تنظیم (O.I.C.) سے خارج کر دیا جائے۔

مختصراً یہ ہیں وہ تدابیر تدارک اور دفاعی لائحہ عمل جن پر فوراً عمل درآمد کر کے قبضہِ حریمین کی تازہ ترین خمینی سازش کو یقیناً ناکام کیا جاسکتا ہے اور امتِ اسلامیہ کے مرکز و محور اور قبلہ و کعبہ کو یہود اور آلِ یہود (اہل تشیع) کی دیرینہ دست برد سے ہمیشہ کے لیے محفوظ کیا جاسکتا ہے۔ اگر ہم مسلمانانِ عالم نے اللہ تعالیٰ کے اس اولین بیت الحرام کا دفاع کر لیا تو ربِ کعبۃ البقین ہم کو دنیا میں بھی سرخرو کرے گا اور آخرت میں بھی۔ بصورتِ دیگر یہاں کا انجام بھی اور وہاں کا انجام بھی معلوم!

باب پنجم

ضمیمہ

یہودیت سے ماخوذ

شیعہ مذہب، عقائد اور نظریات

شیعیت کے بنیادی عقائد کو سمجھنے کے لیے یہاں دو مستند شیعہ ذہینوں کو منتخب کیا گیا ہے جن پر ہر شیعہ کا ایمان ہے۔

(۱) الکافی

یہ شیعہ ائمہ اطہار کی "اعادیت" کا انتہائی مستند مجموعہ ہے جسے ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی ایرانی (۲۰۱ھ تا ۳۲۰ھ) نے ترتیب دیا۔ شیعہ دنیا میں کلینی کی الکافی کو قابل قدر سند کا اولین مقام حاصل رہا ہے۔ آیت اللہ الشیخ محمد باقر القمری نے اس کا فارسی ترجمہ بمع شرح و تفسیر کیا۔ جو ۱۲۸۹ھ میں تہران سے شائع ہوئی۔

(ب) شیعہ قرآن

انگریزی ترجمہ "اہل البیت" کی روایات کی روشنی میں کی گئی تفاسیر کے ساتھ۔ جو ایس وی میر علی احمد پوری نے شیعہ عالم آیت اللہ میرزا مہدی پوری ازہدی کے لکھے گئے حاشیوں کے ساتھ ۱۹۶۲ھ میں کراچی (پاکستان) میں چھپ کر شائع ہوا۔

یہاں انہی دو مستند اور معتبر شیعہ کتب (کلینی کی کافی اور شیعہ قرآن) سے اقتباسات لے گئے ہیں۔

گذشتہ ابواب میں تاریخی و سیاسی شیعیت کے سلسلہ میں حقائق پر روشنی ڈالی گئی ہے جس کا خالق اور بانی عبد اللہ بن سبا یہودی منافق تھا۔ لہذا قدرتی امر ہے کہ شیعہ افکار و عقائد کا ڈھانچہ

یہودیت کے خطوط پر استوار ہو۔ یہی وجہ ہے کہ صہیونیت اور شیعیت کے خدوخال میں بڑی مماثلت ہے۔ صہیونیت اور شیعیت میں مناسبت اور یکسانیت کی بناء پر ضروری ہے کہ اسرائیل، بنی اسرائیل صہیونیت اور بیت المقدس (یروشلم) کی اصطلاحات کے صحیح پس منظر کو سمجھا جائے۔

معلوم ہو کہ حضرت ابراہیمؑ کے پوتے حضرت یعقوب کا لقب اسرائیل ہے اور حضرت ابراہیمؑ کی نسل میں نبوت کا سلسلہ آخری نبی برحق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک حسب ذیل ہے۔

ایک بیوی حضرت ہاجرہؑ۔ انبیاء: حضرت اسمعیلؑ حضرت امام الانبیاء حضرت ابراہیمؑ دوسری بیوی حضرت سارہؑ۔ انبیاء: اسحاقؑ یعقوبؑ اسرائیلؑ موسیٰؑ ہارونؑ داؤدؑ سلیمانؑ یحییٰؑ عیسیٰؑ۔

حضرت یعقوب (اسرائیل) کے پسران حضرت یوسفؑ بارہ فرزند تھے حضرت یعقوبؑ کی اولاد بنی اسرائیل کہلاتی۔ حضرت یعقوبؑ کے چوتھے فرزند کا نام یہودہ (JUDA) تھا یہودیوں نے یہودہ کی نسبت سے یہودیت کی بنیاد ڈالی۔ بنی اسرائیل کے نبی اور حکمران (بادشاہ) حضرت داؤدؑ نے یروشلم میں عبادت کے لیے ایک عبادت گاہ (ٹمپل) تعمیر کرائی تھی جو زیورون (ZION) کی پہاڑی پر تھی۔ اس پہاڑی کی نسبت سے یہودیوں نے صہیونیت (Zionism) کی اصطلاح کو اپنایا۔ لیکن نہ تو یہودیت اور نہ ہی صہیونیت کا حضرت یعقوبؑ (اسرائیل) کی تعلیمات سے کبھی کوئی واسطہ رہا۔ حضرت سلیمانؑ (نبی اور بادشاہ) نے یروشلم کا شہر آباد کرایا اور اسے بنی اسرائیل کا مرکز بنایا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ یہودی یروشلم پر بلا شرکت غیرے اپنا حق جاتے ہیں۔

اسرائیل، بنی اسرائیل، یہودیت اور صہیونیت کے اس مختصر تعارف کے پس منظر میں حسب ذیل شیعہ بنیادی عقائد کی غرض و غایت کا سمجھنا آسان ہوگا۔

۱۔ خلافت کا عین اسلامی عقیدہ جس کا عملی نفاذ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے فوراً بعد مدینہ منورہ میں ہوا، نظام مملکت کو اسلامی خطوط پر جانے کے لیے ضروری تھا۔ خلفائے راشدین نے احکامات الہیہ اور سنت نبوی کی اتباع میں اپنا فرض احسن طریقہ سے پورا کیا۔ اس کے خلاف عبد اللہ بن سبا نے فلسفہ امامت اختراع کیا۔ اس نے سیدنا علیؑ کے پہلے امام ہونے کا دعویٰ کیا۔ چونکہ حضرت علیؑ نے تو عقیدہ اس کے قابل تھے اور نہ ہی شیعہ امام، ہونے کا دعویٰ کرتے تھے اس لیے انہوں نے سبائی گروہ کے یکطرفہ دعوے اور ناجائز ارتفاع کی پر زور تردید اور مذمت کی۔ بہر حال شیعیت میں امامت پر ایمان ایک بنیادی عقیدہ کی حیثیت رکھتا ہے اور فلسفہ شیعیت کی اساس اور اصل الاصول ہے جیسا کہ "امام رضاؑ نے فرمایا۔

"لوگوں کو ہدایت اور احکام کے لیے ہمارے اقتدار اعلیٰ کے سامنے ایک وفا شعار غلام کی حیثیت میں جھکنا ہوگا"

(کافی کلینی - کتاب الحجۃ - باب ۴)

"امام جعفرؑ نے فرمایا :-

"جن کا عقیدہ ہماری امامت پر ہے وہی مومن (ایمان والے مسلمان) ہیں اور جو اس سے انحراف کرے وہ کافر ہے،"

(کافی کلینی - کتاب الحجۃ - باب ۴)

”امام حاضر“ آیت اللہ خمینی کا عقیدہ
 ”امام خمینیؑ نے فرمایا:-

”ہمارے مذہب کا بنیادی اساسی عقیدہ ہے کہ ہمارے امام اس
 مرتبہ و مقام کے مالک ہیں جن تک کوئی فرشتہ مقرب اور نبی مرسل
 نہیں پہنچ سکتا“ (الحکومت الاسلامیہ ص ۲۵)

اس طرح یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچی کہ شیعہ تصور نے خلافت کے مسئلہ
 مروجہ اور مصدقہ اسلامی ادارہ کی جگہ امامت، کا ایک متوازی اور متضاد
 تصور پیش کیا۔ پھر تمام اہل اسلام بشمول صحابہ کرامؓ اور اہل بیت المؤمنینؑ
 کو کافر گردانا۔ بالفاظ دیگر یوں سمجھ لیں کہ شیعیت نے دین اسلام کو کفر
 سمجھ کر رد کر دیا اور اپنے مذہب کی اساس امامت پر رکھی۔

شیعہ مذہب کے بنیادی عقیدہ امامت کی جڑیں بنی اسرائیل
 کی قدیم تاریخ سے جا ملتی ہیں۔ اول یہ کہ حضرت اسرائیل (یعقوبؑ)
 کو جن کے بارہ فرزند تھے، انتہائی حُرُوفت سے ”امام اول“ (حضرت علیؑ)
 سے مربوط کر دیا ہے

”علیؑ (امام اول) نے اپنے بارہ فرزندوں سے فرمایا ”اللہ جاہتا
 بے کہ میں حضرت یعقوبؑ (اسرائیل) کی سنت کا پھر سے احیا کروں“
 (کافی کلینی کتاب الحجۃ باب ۶۳)

دوئم یہ کہ بنی اسرائیل کے بارہ قبیلے تھے جن پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے
 مقرر کردہ ایک معتمد (امام) ہر قبیلہ کا سردار ہوتا تھا۔ (القرآن ۵-۱۲)
 نے ان اسرائیلی سرداروں کو نقیب، (رہبر) کا نام دیا ہے۔ پس شیعہ
 عقیدہ میں بارہ اماموں کا نظریہ بنی اسرائیل کے بارہ نقیبوں سے

اخذ کیا گیا ہے کیونکہ امام اور نقیب کا مفہوم ایک ہے۔ اور راہبری رئیس کے لیے مستعمل ہو رہا ہے اور چونکہ بنی اسرائیل کے ان بارہ نقیبوں کا تعین اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا اس لیے شیعہ مسلک میں بھی بارہ اماموں کی نامزدگی اور تقرری اللہ تعالیٰ پر واجب گردانی گئی ہے کیونکہ بقول شیعہ رئیس عام کا مقرر کرنا اللہ کے ذمہ واجب ہے (شیعہ قرآن ص ۱۲۶ اور ص ۱۵۲)

امامت کا تصور بنی اسرائیل سے اخذ کر کے اور امام کی نامزدگی اللہ کی طرف سے واجب قرار دینے کے بعد شیعیت نے دو قدم آگے بڑھ کر امام کے مرتبہ کو بڑھا کر پہلے تو نبیوں کے برابر کیا۔ پھر اماموں کے مقام کو ترقی دے کر انبیاء و رسل سے بڑھا دیا۔ یہ تدریجی عمل اس طرح ہوا:-

(۱) امام معصوم کا رتبہ بڑھا کر نبیوں اور رسولوں کے برابر کرنا:-

”عصمت یا معصومیت، امامت کے لیے شرط اول ہے۔“

”امامت یا راہبری کے لیے اللہ کے وعدہ کے مطابق امام کی معصومیت، عصمت، اس کا تقویٰ اور گناہ سے پاکی شرط اول ہے۔ یعنی ایک امام کا معصوم ہونا ضروری ہے گویا ایک معصوم ہی امام ہو سکتا ہے۔“

”عصمت یا گناہ سے بریت جو امامت کے لیے درکار ہے اس سے ہر صغیرہ و کبیرہ پوشیدہ و ظاہر گناہ سے بریت مقصود ہے۔“

(شیعہ قرآن ص ۱۵۲)

(۲) امام معصوم کا رتبہ و مقام رسولوں سے بڑھانا:-

”ہمارے آخری امام پر اللہ کی طرف سے وحی کا نزول ہوگا۔ امام

اس آسمانی کتاب کے علوم کی تفسیر و تاویل کرے گا۔ اس طرح کے الہامی انکشافات کسی نبی یا رسول پر اس سے پیشتر نہیں نازل کئے گئے ہوں گے۔“ (کافی کلینی۔ کتاب الحجۃ۔ باب ۱۱۸)

”اس سے یہ بات آشکارا ہوتی کہ نبی یا پیغمبر مقرر کئے جانے کیلئے لازم نہیں کہ وہ امامت کا بھی مقام رکھتا ہو۔ کیونکہ امامت ایک ایسا منصب ہے جو کسی رسول یا نبی کو کڑی آزمائش کے بعد ہی تفویض کیا جاسکتا ہے۔“ (شیعہ قرآن ص ۱۵)

شیعی فلسفہ امامت کی روشنی میں امام کا مرتبہ یقیناً رسل سے افضل ہے جس میں کوئی استثنیٰ نہیں۔ امامت کے بارے میں اس قدر واضح شیعہ عقیدہ مطلقاً غیر اسلامی ہی نہیں بلکہ خلاف اسلام ہے۔ مختصراً شیعیت کا اولین اساسی عقیدہ امامت پر ایمان لانا ہے جو بنی اسرائیل کے فلسفہ سے ماخوذ ہے۔ اس لیے اسلام دشمن نظریہ ہے۔

۲۔ امام آخر الزمان پر ایمان۔ شیعہ عقیدہ

شیعیت کا ایک دوسرا اہم عقیدہ امام آخر الزماں پر ایمان لانا ہے جس کے بارے میں یہ دعویٰ ہے کہ قیامت سے پہلے دنیا کا تاجاں دہندہ ہوگا۔ امام منتظر (بقول شیعہ آل داؤد کی سنت کو لے کر دنیا پر حکومت کرے گا۔

”محمد المہدی، پیدائش ۱۵ شعبان ۱۲۵۶ھ یار ہوں اور آخری امام مہرمن رانی کے غار میں روپوش ہو گئے ہیں، ان کا دوبارہ ظہور حشر کے قبل ہوگا“ (شیعہ قرآن ص ۹ الف)

”محمد المہدی، گیارہویں امام کے فرزند اللہ کی رضا سے زندہ ہیں

وہ مہدی (ہدایت دینے والے) آخر الزماں ہیں جو حشر تک امد کی مخلوق کی رہنمائی فرمائیں گے۔ (اشیعہ قرآن صفحہ ۱۵۱)

”جب تک امام ظاہر ہو کر آل داؤد کی سنت کے مطابق حکومت نہ کر لے دنیا ختم نہ ہوگی۔“

”بارہواں امام دوبارہ ظاہر ہو کر دنیا پر آل داؤد کی سی عقل و فراست اور طور طریق کے ساتھ حکومت کرے گا۔“

(کافی کلینی کتاب الحجۃ باب ۹۸)

امام منتظر کے ظاہر ہونے اور دنیا پر آل داؤد کی سنت کے مطابق حکومت کرنے کا شیعہ عقیدہ بھی یہودیوں سے لیا گیا ہے۔ بنی اسرائیل کی تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ جب حضرت سلیمان بن داؤد (نبی اور بادشاہ) کے بعد یہودی دینی اور دنیوی دولت سے محروم ہو گئے تو بعد میں آل داؤد کے اسرائیلی انبیاء نے اپنی قوم کو ایک مسیح کی بعثت کی یقین دہانی کرائی جو ان کو اس زیوں مالی سے نجات دلائے گا۔ لیکن جو نہی مسیح موعود (حضرت عیسیٰ بن مریم) کا ظہور ہوا یہودیوں نے اس بنابر ان کو ماننے سے انکار کر دیا کہ وہ (عیسیٰ) حضرت داؤد اور سلیمان کی طرح سیاسی اقتدار کے حامل (بادشاہ) نہ تھے۔ آخر کار یہودیوں نے سازش سے انہیں ختم کرنے کا بندوبست کر لیا۔ وہ دن اور آج کا دن یہودی قوم اپنے مسیح موعود کا انتظار کر رہی ہے جو بقول ان کے ایک طاقتور دنیوی بادشاہ ہوگا۔ ان کا اعتقاد ہے کہ صرف سیاسی طاقت کا حامل مسیح ہی بزور قوت دریائے نیل و فرات کے درمیان پھیلے ہوئے وسیع علاقہ پر قبضہ کر کے یہودیوں کی ایک وسیع اور منبھوط سلطنت قائم کرے گا۔

جہاں سے ساری دنیا پر حکومت کی جاسکے گی۔

صہیونیت کے معتمد بزرگ علماء (ELDERS) کے مقدس صحیفہ (بائبل) میں اس بات کی واضح پیشین گوئی درج ہے کہ یہودیوں کا حکمران (مسیح) داؤد کی نسل سے ہوگا۔ اور وہ مورث اعلیٰ کی شہنشاہیت اور اقتدار کی چٹریں ایک بار پھر دنیا کے انتہائی دور افتادہ علاقوں تک پھیلا کر سلطنت اسرائیل کو استحکام بخشنے گا۔

دوسرے الفاظ میں یوں سمجھا جائے کہ یہودی اور شیعہ دونوں اپنے منتظر نجات دہندہ کا ذکر ایک ہی الفاظ میں کرتے ہیں۔ اور اس ضمن میں یہودیوں اور شیعوں دونوں کا عقیدہ ہے کہ وہ دنیا پر آل داؤد (بنی اسرائیل اور یہودی قوم) کی طرف حکمرانی کرے گا

اسلامی نقطہ نظر کا اس سلسلہ میں جانتا بر محل ہے۔ نبی کریم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ ایک یہودی نجات دہندہ اسی قوم کے مسیح موعود کی حیثیت سے ظاہر ہوگا لیکن وہ درحقیقت المسیح البہال (جعلی مسیح) ہوگا جو اصل مسیح (عیسیٰ بن مریم) کے ہاتھوں مارا جائے گا۔ جنہیں اللہ تعالیٰ اسی مقصد کے لیے دوبارہ ظاہر فرمائیں گے۔ رسول اللہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی کے مطابق انجام کار دنیا سے تمام باطل مسالک اور عقائد (بلاشبہ یہودی ازم اور شیعہ ازم) مردود و معدوم ہو جائیں گے اور اسلام کا یوں بالا ہوگا۔ اور یہی دین ساری دنیا پر غلبہ پا جائے گا۔ معلوم ہوا کہ شیعیت کا دوسرا اہم عقیدہ امام غائب کا ظہور اور یہ کہ امام مہدی نجات دہندہ بن کر آئے گا اور امام آخر الزمان ہوگا، یہ بھی خالصتاً ایک غیر اسلامی اور صہیونی عقیدہ ہے

(۳۳) - شیعہ ائمہ کا ورثہ - بنی اسرائیل کے انبیاء کے نوادرات

امام منتظر کے شیعہ عقیدہ کی مسیح موعود صہیونی عقیدہ سے فکری مناسبت کی نشان دہی ہو جانے کے بعد ضروری ہے کہ ان کے دوسرے ائمہ کے بارے میں شیعہ کتب میں جس طرح نشان دہی اور بنی اسرائیل کے مناسبت ظاہر کی گئی اس پر غور کیا جائے کہ کس طرح شیعہ ائمہ کو یہودی انبیاء (بنی اسرائیل) کا وارث قرار دیا گیا ہے۔

”امام کی تحویل میں حضرت سلیمان کی انگشتری اور حضرت موسیٰ کا عصا رہے۔“
(کافی کلینی - کتاب الحجۃ - باب ۳۶)

”حضرت یوسف کی قمیض جو ان کے خاندان (بنی اسرائیل) میں ہی تھی وہ منقل ہو کر آخر کار آل محمد کو ورثہ میں پہنچی“

(کافی کلینی - کتاب الحجۃ - باب ۲۷)

تجزیہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ بنی اسرائیل کے انبیاء کی ذاتی اشیاء جو ان کے خاندان میں بطور میراث رہیں، بعد میں آل محمد (ائمہ) کو ورثہ میں پہنچیں جبکہ رسول مقبول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت اسماعیلؑ کی نسل میں آخری پیغمبر ہونے کے باوجود حضرت ابراہیمؑ کی اولاد حضرت یعقوبؑ (اسرائیل) کی ذاتی اشیاء کے وارث نہ بن سکے لیکن بقول شیعہ آل محمد (ائمہ) بنی اسرائیل کے وارث بن گئے۔ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ شیعہ ائمہ کا تعلق بنی اسرائیل کی نسل سے تھا اور وہ کلیتہً بنی اسرائیلی تھے۔

یہ بات بھی قابلِ توجہ ہے کہ آل محمد کی اصطلاح کو کس قدر چالاکانہ سے شیعہ افکار نے اپنے لئے مخصوص کر لیا ہے۔ یہ اصطلاح حضرت

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نسل کے مفہوم میں مستعمل نہیں جیسا کہ سطور بالا سے ظاہر ہے۔ دراصل لفظ "محمد" بدیانتی سے ناجائز مقصد کے حصول کی خاطر اپنا لیا گیا ہے تاکہ صہیونی نظریہ سے مماثلت پیدا کی جاسکے بنی اسرائیل اپنے آپ کو تخت چیتے (CHOSEN ONES) کہتے۔ اور آل محمد کے لغوی معنی (وہ منتخب جن کی تعریف کی گئی ہو) بھی (CHOSEN ONES) سے مختلف نہیں شیعیت میں بھی شیخہ ائمہ کا مقام بنی اسرائیل کے (CHOSEN ONES) ہی جیسا ہے شیعیت کی اس دلیل کو درج ذیل بیان سے مزید تائید حاصل ہوتی ہے۔

"امام نے فرمایا "تم حضرت سلیمان اور حضرت موسیٰ کے بعد آنے والے انبیاء بنی اسرائیل سے مشابہت رکھتے ہیں اور ان کے مثل ہیں" (کافی کلینی - کتاب الحجۃ - ص ۵۲)

خلاصہ بحث یہ ہے کہ شیعیت اپنے ائمہ کو بنی اسرائیل کے (CHOSEN ONES) کا مقام دیتی ہے کہ شیخہ ائمہ کی بنی اسرائیل کے حضرت سلیمان اور حضرت موسیٰ سے مماثلت ظاہر کرتے ہیں اور یہ کہ وہ بنی اسرائیل کے انبیاء کرام کے نوادرات، سلیمان علیہ السلام کی انگشتی، یوسف کی قمیض اور عصائے موسیٰ کے وارث ہیں، اس نسبت سے حقیقت واضح ہوتی ہے کہ شیعیت کا پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں یہی وجہ ہے کہ شیعوں عام طور پر اسلامی تعلیمات کی کھجور کرتے ہیں۔ اور بنی اسرائیل کی تعلیمات پر عمل پیرا ہیں۔ اس حقیقت کو ثابت کرنے کے لیے ایک مثال پیش ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق روزہ رکھنے کا دورانیہ فجر سے مغرب

تک رکھا گیا ہے جب کہ بنی اسرائیل کی روایت میں روزہ رکھنے کا وقت فجر سے پہلے اور روزہ کھولنے کا وقت مغرب کے بعد متعین ہے۔ شیعہ اس طرح پیغمبر اسلام کے احکامات سے انحراف کر کے بنی اسرائیل کی اتباع کرتے ہیں۔ مگر نہ ان کے اس انحراف نے عمل سے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت سے انحراف اور بنی اسرائیل کی تقلید کے سوا اور کیا سمجھا جاسکتا ہے۔

۴۔ شیعہ ائمہ تورات اور انجیل کے علوم کے حاصل ہیں۔ شیعہ فلسفہ امامت اور ائمہ کے بنیادی عقیدہ اور اس کی امتیازی خاصیت پر ہی اکتفا نہیں کرتا بلکہ وہ مذہبی علم، دانش اور ہدایت کے حصول میں جن ذریعوں کو اپناتے ہیں وہ یکسر اسلامی نظریات اور عقائد کے خلاف ہیں شیعہ عقائد بنی اسرائیل کی آسمانی کتابوں کی روشنی اور وسیلے سے مرتب کئے گئے ہیں۔ شیعہ ائمہ کے دینی علوم اور آسمانی ہدایت اور رہنمائی کے حصول اور تعلیم و تبلیغ کی نوعیت اور طریقہ کار کا انکشاف درج ذیل کے اقتباس سے ہوتا ہے:-

”جب امام سے سوال کیا گیا کہ تورات و انجیل کا علم کس سے اور کہاں سے حاصل کیا، تو فرمایا: یہ علم و رہنمائی میں پایا۔ امام نے مزید فرمایا کہ ائمہ ان صحیفوں کو ان انبیاء جن پر یہ الہامی کتابیں نازل ہوئیں، کی طرح اصل زبان میں پڑھتے اور سمجھتے ہیں“
(کافی کلینی، کتاب الحجۃ باب ۳۳)
”امام نے فرمایا کہ ان کے پاس الحق الا بیض (سفید صندوق) ہے

جس میں داؤد کا زبور موسیٰ کی تورات، اور عیسیٰ کی انجیل وغیرہ ہے
لیکن اس میں قرآن نہیں ہے۔ پھر فرمایا کہ ان صحیفوں نے انہیں
(ائمہ) خود اختیار اور کامل بنا دیا ہے اور خلقت کو ان کی ضرورت
اور ہدایت کے لیے ان (ائمہ) کا تابع کر دیا ہے۔

(کافی کلینی۔ کتاب الحجۃ۔ باب ۳۹)

سطور بالا کے اقتباسات سے جو منطقی نتائج اخذ ہوتے ہیں ان کا یہ بخور یہ ہے۔
۱۔ شیعوں کو بنی اسرائیل کا علم اور آسمانی کتب اور صحیفے و رتہ میں
پہنچنے کا کہ وہ ان کی تعلیم و تبلیغ کریں اور ان کا نفاذ کریں۔
ب۔ شیعہ نہ تو قرآن کے حامل ہیں اور نہ ہی اس پر ایمان رکھتے ہیں جو اسلام
کی اساس ہے۔

ج۔ شیعہ عقیدہ میں دینی علوم اور الہامی ہدایت کا اسرائیلی مخرج، جس
کا اوپر ذکر ہوا اس بات کی عکاسی کرتا ہے کہ شیعیت، صہیونیت
ہی کا ایک فرقہ ہے، ایک شاخ ہے۔ دین اسلام اور پیغمبر اسلام سے
اس کا دور کا بھی واسطہ نہیں۔ اسلام اور پیغمبر اسلام کا لبیل انہوں
نے اپنے صہیونی افکار اور عزائم پر پردہ ڈالنے اور ایمان اسلام
کو دھوکے میں رکھنے کے لیے چسپاں کر رکھا ہے۔

۵۔ القرآن کے متعلق شیعہ نظریات توجہ طلب ہیں۔

یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ اہل یہود (بنی اسرائیل) جو
مختلف انبیاء پر نازل ہونے والی ہر آسمانی کتاب میں تحریف کرتے
رہے ہیں۔ یہ کیسے گوارا کرتے کہ القرآن جو اللہ تعالیٰ کا آخری اور مکمل کتاب
ہے، اپنی اصلی اور صحیح صورت میں موجود رہے چنانچہ معلوم ہوتا ہے

کہ شیعیت کے قیام میں یہودی منافق عبد اللہ بن سبا کا اولیٰ مقصد قرآن کو تبدیلی و تحریف کے ذریعہ مسیح کرنا تھا۔ شیعہ علوم، افکار و ہدایت کے ذریعوں کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ قرآن پر ان کا ایمان نہیں ہے بات یہیں ختم نہیں ہوتی۔ یہ فطری امر ہے کہ شیعہ افکار یہ ہرگز پسند نہ کریں گے کہ قرآن اپنی تمام تر خوبیوں کے ساتھ اپنی اصلی حالت پر برقرار رہے۔ چنانچہ شیعہ مسلک نے اسے مشکوک اور ناقابل اعتماد بنانے کی کوششیں شروع کیں۔ القرآن میں کل سات ہزار سے کم آیتیں ہیں۔ جبکہ شیعہوں کا دعویٰ ہے کہ اصلی قرآن زیادہ ضخیم ہے اور اس میں سترہ ہزار آیتیں ہیں۔ جو اس وقت تک منظر عام پر نہ آئے گا جب تک مہدی آخر الزمان دوبارہ ظاہر نہ ہو جائیں ان کا عقیدہ یہ ہے۔

"القرآن جو روح الامین کے ذریعہ محمد پر نازل ہوا اس میں سترہ ہزار آیتیں تھیں" (کافی کلینی کتاب فضل القرآن باب ۱)

"اپنے دوبارہ ظہور (رجعت) پر امام مہدی اللہ کی اصل کتاب جسے علیؑ نے دو لوحوں سے جمع کیا، پیش کر کے تعلیم دیں گے۔"

(کافی کلینی کتاب فضل القرآن باب ۱)

ادھر کے اقتباس میں دو لوحوں کا حوالہ قابلِ توجہ ہے۔ تورات کے مطابق حضرت موسیٰؑ کو اللہ کی طرف سے دو لوحیں عطا ہوئیں۔ جن پر احکام عشرہ (دس احکام) درج تھے (TEN COMMANDMENTS) ان کا واضح مطلب یہ ہے کہ امام مہدی منتظر دراصل قرآن کی بجائے (بقول شیوہ تحریف شدہ قرآن) تورات کا مجموعہ پیش کر کے اس کی تعلیم دیں گے۔ یہ ہے وہ طریقہ کار جسے اپنا کر شیعہوں نے یہودیوں کے نقش قدم پر چل

کر قرآن کو رد کرنے کی کوشش کی جو اسلام کی اساس ہے۔ ان حقائق کے بعد بھی کیا اہلبیان اسلام شیعیت کو اسلام کا ایک مکتب فکر سمجھیں گے یا سطور بالا کی تحریر پر غور کرنے کے بعد مسلمانوں میں یہ احساس بیدار ہو جائے گا کہ شیعیت دراصل یہودیت کی ایک شاخ ہے۔

۴۔ شیعیت کا عقیدہ تابوتِ سکینہ -

شیعی مسلک کا ایک اور بنیادی عقیدہ بنی اسرائیل کی آرکِ تابوتِ یہودی ایمان کا ایمان ہے جو ہمیشہ یہودی غلبہ کا نشان رہا ہے حضرت موسیٰ کے بعد بنی اسرائیل (یہودی قوم) اخلاقی اور مادی طور سے انحطاط کا شکار ہو گئے۔ انجام کار تلبہ ق۔ م میں نہ صرف فلسطین کا بڑا حصہ ان کے ہاتھ سے نکل گیا بلکہ آرکِ کشتی (تابوت) جس میں تورات اور حضرت موسیٰ اور ہارون کے تبرکات بھی تھے، بنی اسرائیل سے چھن گئی۔ القرآن کی آیت ۲۴۸-۲ میں اسی آرک کا ذکر تابوتِ سکینہ کے حوالہ سے ہے

وَقَالَ لَهُمْ... اَنْ يَّاتِيَكُمْ مِنَ الْبَابِ قُبَيْهِ سَكِينَةٌ مِّنْ رَبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ آلُ مُوسٰى وَآلُ هَارُوْنَ عِجْلًا ۚ (القرآن ۲۴۸-۲)

بنی اسرائیل آرک (تابوت) (صندوق) سکینہ کو انتہائی مقدس اور اللہ کا ایک عہد نامہ تصور کرتے تھے۔ لیکن جب آرک ان سے چھن گئی تو ان کو اس بات کا یقین ہو گیا کہ اب ان کی عظمت کے دن بیت گئے پھر جب ان کو دشمن کے مقابلہ میں شکست اور ذلت کا سامنا ہوا۔ تو ان میں بھگدڑ مچ گئی اور ان کے بنی سموئیل ضعیف ہو چکے تھے۔ القرآن میں بیان فرمایا گیا ہے (آیت ۲۴۶-۲ تا ۲۴۸-۲) کہ قوم نے اپنے بنی سموئیل سے درخواست کی کہ ان پر ایک دینوی حکمران (بادشاہ) مقرر کریں

جوان کے دشمنوں کے خلاف جنگ کرے لیکن جب حضرت سمویلؑ نے طاوت کو ان حکمران مقرر کر دیا تو انہوں نے طاوت کی تقرری پر متعدد اعتراضات کئے۔ قرآن میں ہے کہ جواباً نبیؑ نے ان کو یہ بتایا۔

”اللہ کی طرف سے بادشاہ مقرر ہونے کی نشانی یہ ہے کہ دورانِ حکومت طاوت تم کو آرک واپس دلاوے گا۔ جس سے تمہارا سکون ملے اور بلاغ اللہ سے وابستہ رہے (سیکنا) اور جس میں آلِ موسیٰ و ہارونؑ کا ترکہ ہے اور جس کو فرشتے اٹھائے ہوئے ہیں۔ یہ تمہارے لیے ایک بڑی نشانی ہے، اگر تم سچے ایمان والے ہو،“ (القرآن ۲۰-۲۸)

آخر کار طاوت کی حکومت قائم ہو گئی اور اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے مطابق بنی سمویلؑ کے ذریعہ طاوت کے عہد میں بنی اسرائیل کو آرک (تاوت) یہودہ) بغیر کسی جدوجہد کے بازیاب ہوا۔ ان فرشتوں نے جو تاوت سکینہ کو اٹھائے ہوئے تھے، اسے بنی اسرائیل کو واپس پہنچا دیا۔ ساتھ ہی طاوت کو دشمنوں پر فتح حاصل ہوئی۔ بنی اسرائیل کا یہ کامیاب دور بعد میں حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ کے عہد تک برقرار رہا۔

۱) عہد طاوت ۱۰۲۰ ق۔م تا ۱۰۰۴ ق۔م

۲) عہد داؤدؑ ۱۰۰۴ ق۔م تا ۹۶۵ ق۔م

۳) عہد سلیمانؑ ۹۶۵ ق۔م تا ۹۲۶ ق۔م

بنی اسرائیل کے اس تاریخی پس منظر میں تاوت سکینہ سے متعلق

شیخی نقطہ نظر ملاحظہ ہو۔ مذکورہ بالا قرآنی آیت ۲۰-۲۸ کا شیخی ترجمہ

حسب ذیل ہے:-

”اور (تب) ان کے نبیؑ نے کہا۔ بے شک اس کی بادشاہت کی نشانی

یہ ہوگی کہ آرک (تابوتِ مکینہ) جس میں تمہارے رب کی طرف سے سکون (سکینہ) اور حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون کے چھوڑے ہوئے نوادرات ہونگے فرشتے اس کو اٹھائے ہوئے ہوں گے۔ بے شک اس میں تمہارے لیے ایک نشانی ہوگی اگر تم (واقعی) مومن ہو۔
(اشیعہ قرآن ص ۱۸۱)

اس آیت سے متعلق درج ذیل شیعہ تفاسیر کے چند اقتباسات قابلِ توجہ ہیں۔ ”سکون“ جس کا یہاں ذکر ہے۔ ضروری نہیں کہ سکونِ قلب ہی مراد ہو بلکہ اس سے اور کچھ مراد ہے۔
(اشیعہ قرآن ص ۲۱۹)

”آرک (تابوت یعنی صندوق) ایک بنی سے ہو کر دوسرے بنی تک پہنچتا رہا۔ بتایا گیا ہے کہ اس میں حضرت موسیٰ کے جوئے (نعلین) ان کا عصا اور لباس اور ہارون کا عمامہ (یگڑی) اور دیگر متبرک نوادرات ہیں۔ اللہ نے اس تابوت کو جوئے اور اثرات سے بھی نوازا ہے۔
(اشیعہ قرآن ص ۲۱۹)

”اس تابوت سے آسمانی بادشاہت کے قیام کے علاوہ آسمانی نشانیوں کا ظہور بھی ہوگا۔ مثلاً اللہ کی طرف سے چنے گئے سلسلہ سے متبرک ورثہ (CHOSEN ONES) جو آسمانی (سکینہ) یا سکون کا حامل ہوگا۔“
(اشیعہ قرآن ص ۲۲۳)

سطور بالا میں القرآن کی آیت ۲-۲۲۸ کا شیعہ ترجمہ اور اس کی تفسیر کے مطالعہ سے ذیل کے نکات واضح ہوتے ہیں۔
اللہ۔ بنی اسرائیل کی آرک (آسمانی نشانی) میں نین چیزیں ہیں۔

- ۱۱۔ حضرت موسیٰ اور ہارون کی ذاتی اشیاء
- ۱۲۔ سکینہ اور چند دوسری متبرک اشیاء (نوادرات)۔
- ۱۳۔ نشانی (ہدایت) بمعنی تورات سے ہدایت (جو صندوق میں موجود ہے) ب۔ ہر نبی تک یہ نشانی اور آرک ہرف ورثہ کے ذریعہ پہنچے گی۔
- ج۔ آسمانی بادشاہت (قیادت) کے پاس آسمانی نشانی کا (ایک متبرک وارثہ کے طور پر) اللہ کی طرف سے منتخب کردہ نسل سے منتقل ہونا لازمی ہے۔
- ۸۔ تابوت یا سکینہ کا بنی اسرائیل سے شیعہ ائمہ تک ورثہ میں پہنچنے کی نشاندہی ہوتی ہے۔
- ۹۔ اسی بنا پر شیعہ تابوت سکینہ پر ایمان رکھتے ہیں اور اس کی وراثت کے دعویٰ دار ہیں سکینہ (تابوت یہودہ) پر شیعوں کے عقیدے (زیر تجزیہ) کی مزید توضیح اور تصدیق کلیتی کی کافی کی مختصر لیکن واضح روایت کردہ حدیث سے ہوتی ہے کہ "سکینہ ہی اصل ایمان ہے۔" (کافی کلیتی کتاب الایمان والکفر بابا)
- آخر میں شیعوں نے اقبال کیا ہے کہ ان کے پاس دوسری چیزوں کے علاوہ ایک شے جسے فرشتے اٹھائے ہوئے ہیں، بھی ہے اس کا اشارہ صاف صاف بنی اسرائیل کے تابوت یہودہ (آرک) کی طرف ہے جسے فرشتے اٹھائے ہوئے ہیں۔ (مطابق القرآن ۲-۲۴۸) اور بعد میں جسے فرشتوں کے ذریعے واپس پہنچایا گیا۔

درج ذیل واضح اعتراف قابل توجہ ہے اس سے شیعہ عقیدہ کا پوری طرح ادراک

ہوتا ہے

”امام نے دعویٰ کیا میرے قبضہ میں نبی کی تلوار، زرہ اور نیزہ ہے میرے پاس حضرت موسیٰ کی لوحیں، عصا اور چلیچی بھی ہے۔ میرے پاس حضرت سلیمان بن داؤد کی انگشتری کے علاوہ وہ شے بھی ہے جسے فرشتے اٹھائے ہوئے تھے۔ اور بعد میں (بنی اسرائیل کو) واپس پہنچایا تھا۔“ (کافی کلینی، کتاب الحجۃ، باب ۳۷)

یہ مستند اقبالی بیان کسی مزید وضاحت کا محتاج نہیں اور شیعیت اور یہودیت افکار و عقائد میں یکسانیت اور ایک جہتی کامنہ پولتائیت ہے۔ آرک (تابوتِ سکینہ یا ہودہ) کے سلسلے میں صہیونیت اور شیعیت دونوں کا یکساں عقیدہ اور ایمان ہے اس تابوت میں دشتہ چیزوں کو دونوں اپنے لیے نصرت اور کامرانی کی نشانی سمجھتے ہیں اور یہ ان کا عقیدہ الواجہ موسیٰ یعنی تورات پر باہمی اشتراک عقیدہ کے سوا کچھ اور نہیں ہے۔

۷۔ پارخ فذک اور دوسری یہودی املاک پر ملکیت کا دعویٰ
شیعہ مسلک کا ایک اور اہم عقیدہ مدینہ کے شمال میں واقع فذک اور دوسرے مقامات پر حق وراثت کا ہے جسے یہودیوں سے حاصل کر کے اسلامی ریاست (جس کے سربراہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) یہ غیر اسلام تھے) میں شامل کر لیا گیا تھا۔ شیعہ فذک اور دوسری یہودی اراضیوں کو اسلامی ریاست کا حصہ نہیں سمجھتے۔ جب کہ یہودی شریکینوں اور سازشیوں کے نکالے جانے کے بعد ان کی زمینوں پر مدینہ کی اسلامی ریاست کے حق ملکیت پر نہ یہ کہ صرف اعتراض کرتے ہیں بلکہ اسلامی

ریاست کو غاصب سمجھتے ہیں۔ آج یہودی بھی اپنے ان علاقوں کی
 بازیابی کے متمنی ہیں بشیہ ان یہودی زمینوں پر اپنی ملکیت جتانے
 کے سلسلہ میں جو روایتی شور و غوغا کرتے آئے ہیں، اس کی تہہ میں
 جانا ضروری ہے تاکہ ان کے درون قلب و دماغ میں پوشیدہ صحیح
 اغراض و مقاصد کی تصدیق ہو سکے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس مسئلہ پر
 صہیونیت اور شیعیت کے زاویہ نظر میں کتنا مطابقت کیوں ہے؟
 تاریخ پس منظر | مدینہ میں اسلامی ریاست کے قیام کے ساتھ ہی عرب
 کے یہودیوں نے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازشوں کا جال پھیلا کر شروع کر دیا۔ باوجود اس کے کہ یہودیوں اور
 رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان ایک معاہدہ طے پا چکا تھا۔
 یہودی متواتر اس معاہدہ کی خلاف ورزی کرتے رہے۔ حقیقت یہ
 ہے کہ انہوں نے یہ طریقہ تیار کر رکھا تھا کہ اسلامی مرکز سے کئے گئے
 معاہدہ کو خاطر میں نہ لاکر من مانی کریں۔ بالآخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم نے چار و ناچار یہودیوں کو ان کی دعا بازی اور سازشوں کی
 سزا دینے کا فیصلہ کیا۔ یہودی قوم کے خلاف مناسب کارروائی
 عمل میں آئی۔ جنگ ہوئی جس میں یہودیوں کو شکست ہوئی۔ ان
 کی زمینوں پر قبضہ کر کے انہیں جلا وطن کر دیا گیا۔ پھر بھی باقی ماندہ
 یہودی اسلامی ریاست اور اس کے سربراہ کے خلاف محرک رہے۔ بصورت
 مجبوری ان یہودیوں کو ان کے علاقوں بشمول 'فدک' سے نکال دیا گیا۔
 اور ان کی غیر منقولہ جائیداد کو 'فے' کی صورت میں اسلامی ریاست میں
 شامل کر لیا گیا۔

جارجیت پسند غیر مسلموں (یہودی و دیگر) سے بغیر جنگ جو جائیداد

حاصل کی جائے وہ مالِ غنیمت یا غنیمت نہیں بلکہ فتنے کے ذمے میں آتی ہے۔ جب کہ غنیمت وہ جائیداد ہے جو جارج غیر مسلموں سے لڑائی میں شکست کے بعد حاصل ہو۔ القرآن کے حکم (آیت ۸-۴۱) کے مطابق مالِ غنیمت کا ۱/۵ حصہ مجاہدین میں تقسیم ہوتا ہے جب کہ ۴/۵ حصہ بیت المال (سرکاری خزانہ) میں جاتا ہے۔ لیکن فتنے، کلہم سرکاری ملکیت ہوتی ہے جو سب کی سب مسلمانوں کی فلاح و بہبود پر خرچ کی جاتی ہے فتنے کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

”جو کچھ اللہ تعالیٰ نے (خیر والوں سے) لیکر اپنے پیغمبر کو عطا فرمایا ہے وہ اللہ پیغمبر اسلام ان کے اہل بیت، یتیموں، مساکین اور محتاجوں کی (ملکیت) ہے تاکہ یہ تم میں سے جو مالدار ہیں انہی کے درمیان گردش نہ کرے۔“ (القرآن ۵۹-۷۰)

اس قرآنی آیت سے پوری طرح واضح ہے کہ فتنے بنیادی طور پر اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے۔ لہذا بیت المال کی تحویل میں جاتی ہے جس کی منتظم (اس وقت) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس تھی۔ آنحضرتؐ نے اس کی آمدنی اپنی ذات اپنے اہل بیت یتیموں، مساکین اور محتاجوں پر خرچ کی۔ اور چونکہ فتنے سرکاری ملکیت ہے نہ کہ سربراہ ریاست کی ذاتی اس لیے اس کو ورثہ میں دئے جانے یا بیعہ کرنے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

شیعیت کے پیروکاروں کے مطابق قدک، جو یہودیوں سے بے فتنے کی صورت میں حاصل کیا گیا تھا۔ پیغمبر اسلام کی ذاتی ملکیت تھا اس لیے اس کی منتقلی ان کی صاحبزادی حضرت فاطمہ الزہراءؑ سے شروع

ہو کر آل محمد (ائمہ) پر ہونا لازمی تھی۔ شیعوں کے اعتراضات حسب ذیل ہیں:-

”رسول پاکؐ کی زندگی ہی میں فدک (حضرت فاطمہؑ) کو منتقل ہو گیا تھا۔“ (یعنی صبیہ کر دیا گیا تھا۔) (شیعہ قرآن ص ۱۶۵۲)

”پھر (حضرت) فاطمہؑ نے رسول پاکؐ کی وارث کی حیثیت سے فدک کی ملکیت کا دعویٰ کیا لیکن اسے بھی رد کر دیا گیا ان کے دلائل پر خلیفہ ابو بکرؓ اور عمرؓ نے کوئی دھماں نہیں دیا۔“ (شیعہ قرآن ص ۱۸۹۵-۱۸۹۶)

”اس طرح اولاد کے حقوق سے متعلق قرآن کے متواتر احکامات کی خلاف ورزی کر کے آل محمدؑ کے حق میں نا انصافی برتی گئی۔“ (شیعہ قرآن ص ۱۶۵۳)

یہ ایک طرف دعویٰ کہ فدک کی سابقہ یہودی جائیداد فدک، آل محمد (ائمہ) کی ملکیت ہے قرآنی احکامات کے خلاف محض ایک افتراء ہے۔ ان بے بنیاد الزامات اور اعتراضات کی تردید کے لیے دو دلائل کافی ہیں۔

۱۔ بالفرض اگر یہ وراثت کا مسئلہ تھا۔ تو محض حضرت فاطمہؑ ہی اکیلی اس کی وارث نہ تھیں بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری تین صاحبزادیاں، ساری امہات المؤمنین (ازواج مطہرات رسول) اور حضور اکرمؐ کے چچا حضرت عباسؓ بھی موروثی جائیداد میں حصہ دار تھے۔

(۲) جب سیدنا علیؑ (حضرت فاطمہؑ کے شوہر) خود خلیفہ ہوئے

توانہوں نے بھی اس جائیداد کا انتظام سیدنا ابوبکرؓ اور سیدنا عمرؓ
 و عثمانؓ ہی کے خطوط پر کیا۔

تاریخ سے ثابت ہے کہ چونکہ فدک اور دیگر یہودی جائیداد نے
 ریاست کی ملکیت تھیں۔ اس لیے دراصل اس کو مہیا کرتے یا ورثے
 میں دیئے جانے کا سوال نہ تو اٹھایا ہی گیا تھا۔ اور نہ ہی اٹھایا جاسکتا
 تھا۔ سچ تو یہ ہے کہ شیعیت کے اس دعویٰ کے پیچھے کچھ دوسرے محرکات
 ہیں۔

مطالعہ سے یہ بات ظاہر ہوئی کہ شیعیت کا مختصر دعویٰ یہ ہے کہ
 فدک آل محمدؐ کی ملکیت ہے۔ شیعہ حلقوں اور ان کے علماء نے فدک
 اور آل محمدؐ کے مفہوم کی مزید توضیح یوں کی ہے :-
 ”امام نے وضاحت کی کہ فدک کی حدود میں اُحد کے پہاڑ، عریش
 مصر، سیف البحر اور دومتہ الجندل آتے ہیں۔“

(کافی کلینی، کتاب الحجۃ۔ باب ۱۲۸)

”امام نے اس (مخاطب) سے پوچھا۔ تم جانتے ہو کہ بیت المقدس
 کیا ہے اس نے جواب دیا کہ بیت المقدس سورہ (شام) میں
 واقع ہے۔ اس پر امام نے انکشاف کیا کہ بیت المقدس بیت
 آل محمدؐ کے سوا کچھ اور نہیں۔“ (کافی کلینی، کتاب الحجۃ۔ باب ۱۱۸)

شیعی نظریہ اور اس کی وضاحت کے مطابق فدک ایک مخصوص
 مقام کا نام ہی نہیں بلکہ اس وسیع عرب علاقہ کے لیے مستعمل ہے
 جو کبھی یہودیوں کی ملکیت میں تھا مزید یہ کہ شیعہ نظریہ کے مطابق
 بیت المقدس اسے بیت آل محمدؐ مراد ہے جس کا مطلب یہ ہوا

کہ یروشلم نہ صرف بنی اسرائیل کا مرکز اور قبلہ ہے بلکہ شیعی ائمہ اہل
مجتہد کا بھی قبلہ و کعبہ ہے اسی نسبت سے گزشتہ دنوں شیعہ دنیا نے
خیمینی کے حکم پر یوم القدس بھی بڑے زور شور سے منایا تھا۔

سطور بالا میں بیان کئے گئے تمام شیعہ دعوؤں، ان کی تصدیق اور
وضاحت کے مطابق عرب کی وسیع سرزمین جو پہلے یہودیوں کی تحویل میں
تھی یہودیوں اور شیعوں کی مشترکہ ملکیت ہے۔ اور یہی دراصل "اسرائیل
عظمیٰ" کا خواب اور منصوبہ ہے جس کی تعبیر اور تکمیل کے لیے یہودی اور
ان کے پیروکار (شیعہ اہل کرام) کر رہے ہیں ۱۹۷۸ء میں اسرائیل صیغہ
کے وزیر اعظم بن گوریان نے رائے زنی کی تھی کہ وہ (یہودی) مسلمانوں
کو ان تمام علاقوں سے نکال باہر کریں گے جہاں سے ماضی میں وہ یہودی
نکالے گئے تھے یعنی حرمین مقدس۔ اس طرح یہاں کھل کر سامنے آگئی
کہ صہیونیت / یہودیت کی طرح شیعوں کے بھی یہ عزائم ہیں کہ دنیا کے
اسلام کے مرکز پر قابض ہو کر مسلمانوں کو وہاں سے جلا وطن کر دیا جائے
ان عزائم کو خیمینی نے بھی ۱۹۷۸ء میں ہی اپنی کتاب "کشف الاسرار" میں
منکشف کر دیا تھا۔ اس طرح کیا شیعیت کا نظریہ اور عقیدہ اور ان کے
اغراض و مقاصد پوری طرح بے نقاب نہیں ہو جاتے؟ ساتھ ہی یہ
ثابت ہو گیا کہ شیعیت نہ صرف یہ کہ ایک غیر اسلامی نظریہ ہے بلکہ شیعیت
اور صہیونیت ایک ہی سکہ کے دو رخ ہیں۔ اس طرح شیعہ افکار اور
عزائم اور کردار کھل کر سامنے آ جاتے ہیں۔

حرف آخر - خلاصہ و نتیجہ

گذشتہ ابواب میں تاریخی، سیاسی اور نظریاتی شیعیت کے جائزے اور مطالعے سے جو خاص نکات ابھر کر سامنے آئے ہیں، وہ یہ ہیں :-

۱۔ ایران و اسرائیل کے درمیان حالیہ تعلقات اور باہمی اشتراک و ہم آہنگی اور تعاون کا ایک تاریخی پس منظر ہے جس کا سراغ لگانا مشکل نہیں شیعوں اور یہودیوں کے تاریخی رشتوں سے نہ صرف ان کے عقائد و نظریات کی نوعیت و یکسانیت کا پتہ چلتا ہے بلکہ ان کے اغراض و مقاصد اور عمل میں یک جہتی اور باہمی انحصار کی بھی نشاندہی ہوتی ہے۔

۲۔ شیعیت دراصل ایک یہودی دماغ کی اختراع ہے اس کی پیدائش یہودیت کی کوکھ سے ہوئی ہے۔ شیعہ مذہب کا آغاز حضرت عثمانؓ کے دور میں ہوا جب کہ اسلامی ریاست (خلافت راشدہ) سیاسی و دنیوی لحاظ سے انتہائی عروج پر پہنچ چکی تھی شیعہ مذہب کے ظہور کا مقصد اسلام کا لبادہ اوڑھ کر اسلام اور امت مسلمہ کو نقصان پہنچانا تھا۔ چنانچہ پہلی صدی ہجری میں خلافت راشدہ کو نقصان پہنچانا، عہد وسطیٰ میں خلافت بغداد کی تباہی ماضی قریب میں خلافت عثمانیہؓ کا خاتمہ، اور عہد حاضر میں اسلامی جمہوریہ پاکستان کی نظریاتی اور خرافیائی اساس کو ڈھانا، اسلام اور دنیا سے اسلام کے خلاف شیعہ سازش کی چند نمایاں کڑیاں ہیں۔

شیعیت کے اس گھناؤنے کردار کی ماضی میں امام مالکؒ، امام ابن تیمیہؒ اور شاہ عبد العزیز محدثؒ وغیرہ جیسے اعلیٰ مقام علما و سنی بھی نشاندہی کی ہے اور عصر جدید کے اکابرین اسلام اور مفتیان کرام نے بھی اس شیعیت بنسب یہودیت کو خارج از اسلام قرار دیا ہے۔

۳۔ شیعیت کے بنیادی عقائد اور نظریات کم و بیش یہودیت، صہیونیت سے ماخوذ ہیں۔ مثلاً شیعہ عقیدہ امامت، ائمہ کے علم و ہدایت کا ذریعہ، امام مہدی آخر الزمان کی نشاندہی ائمہ کی ہدایت کا سرچشمہ بنی اسرائیل سے نسلی تعلق اور ورثہ، قرآن کی بجائے تورات پر ایمان اور بنی اسرائیل کے تابوت یہودہ (تابوت سلیمان) پر عقیدہ دراصل معروف یہودی نظریات اور افکار کی حمایت اور پیروی ہے۔ علاوہ انہیں سرزمین عرب کے وسیع علاقے (سابقہ یہودی علاقے) خصوصاً صحرایں شریفین پر حق جتنا، بھی اسرائیلی صہیونیت کے "اسرائیل عظمیٰ" کے منصوبہ کی حمایت و تائید ہے۔ افکار و نظریات میں یکسانیت و مماثلت اور تاریخ میں ان کی مشترکہ و مسلح کاروائیوں نے شیعیت کے متعلق حسب ذیل اہم نتائج برآمد ہوتے ہیں :-

(۱) عام خیالی قیام کے برعکس شیعیت کو اسلام کا ایک مکتب فکر پر گز نہیں کر دانا جاسکتا ہے، شیعہ مذہب کا اپنا ایک جداگانہ فلسفہ اور ڈھانچہ ہے جو اسلام کے بنیادی عقائد و افکار اور نظام سے یکسر مختلف ہے۔ دراصل نظریاتی و سیاسی شیعیت ایک اسلام دشمن مذہب ہے۔ شیعہ مذہب کی پیدائش کا اولین مقصد ہی

مرکز اسلام اور اہلیان اسلام کو زکبہ پہنچانا اور تباہ کرتا رہا ہے لہذا
شیعیت اور یہودیت نے دنیا سے خلافت کا نام و نشان مٹا کر
یعنی ۱۹۲۳ء سے لیکر اب تک اپنا اصل ہدف اسلام کا روحانی مرکز
الحرمین شریفین بنایا ہوا ہے۔

(۲) شیعیت اصل میں یہودیت کی دوسری شکل ہے۔ اسلام اور
مسلمانوں کے خلاف اس کے مقاصد اور عزائم بھی بعینہ یہودیت
جیسے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہہ لیں کہ شیعیت اسلامی
دیارہ میں یہودیت کا دوسرا نام ہے۔ ایک ثبوت منی ۱۹۵۷ء کا وہ
المناک سانحہ ہے جس میں لبنان میں متعین ایرانی عمل ملیشیا
یہودیوں اور عیسائیوں سے ملکر فلسطینی مسلمانوں کا قتل عام اس
وجہ سے کیا کہ وہ اسرائیل تسلط کے خلاف واحد عسکری قوت تھے۔
اس عبرتناک واقعہ سے اور مارچ ۱۹۸۶ء کے عمل ملیشیا کے صابرہ
اور شطیلہ پر توپ خانے اور ٹینکوں کے دوبارہ حملہ سے عالم اسلام
کی آنکھیں کھل جاتی چاہئیں۔ مزید براں سب سے بڑا ثبوت تو
یہ ہے کہ آل یہود کی خمینی ٹیم ۱۹۷۹ء سے لیکر آج تک مسلسل ہر سال
حرمین مقدس کو بھی نشانہ بنا کر حملے کرتی رہی ہے۔

(۳) یہودیت اور شیعیت دراصل ایک ہی آئینہ کے دو رخ ہیں
دونوں رخ اسلام اور اسلامی ائمہ کے خلاف خونیں مناظر کی کسان
عکاسی کرتے ہیں۔ اور ان کے اغراض و مقاصد آج بھی اسی طرح
ہیں۔ دنیا کے اسلام حس قدر جلد اس خطرے کا احساس کر لے،
بہتر ہے۔ وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ۔

منقہ اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی ولی حسن

کا اعلانِ حق

۱۱ ذی الحجہ ۱۴۲۰ھ، ۳۱ جولائی ۱۹۹۹ء جمعہ المبارک کو حج کے نام پر آنے والے بیس لاکھوں بیت المقدس کے مقدس پیدل کرتے ہوئے جس بے ہنگام و بے حیائی سے ہنگامہ آرائی کا شرمناک مظاہرہ کیا ہے۔ افسوس ناک بھی ہے اہل دل و خاش بھی شیعہ زبان پر ایک اور یہودیت کا پھل دامن کا قتل ہے۔ کیونکہ یہود و مشرکین مسابہودی نے اس فرقہ کی داغ بیل ڈال کر آئیدی کی اور پروان چڑھایا۔ شیعوں کو اسلام اور مسلمانانِ عالم سے ٹھیک اسی طرح لٹھ بے جس طرح یہودیوں کو اسلام اور مسلمانوں سے۔ شیعہ و حقیقت اسلام کے نام پر یہودیت کو پروان چڑھانے میں اسرائیلی مفادات کا تحفظ کر رہے ہیں۔ جس کا واضح ثبوت یہ ہے کہ بیت المقدس پر اسرائیلیوں کے تسلط کے بعد اسرائیل نے ایران کو بیت المقدس پر قبضہ کرنے کی مہم پر لگا دیا ہے۔

ایران اور اسرائیل کے خفیہ روابط ہیں اور اسلام دشمنی دونوں کی قدس شریک ہے۔ روزنامہ جنگ کراچی ۱۲ ستمبر ۱۹۹۹ء میں اس سلسلہ کی ایک خبر شائع ہوئی ہے جس کا متن حسب ذیل ہے۔

اسرائیل کے فوجی ماہرین ایران میں دین سے دین پر دور رس مہار کرنے والے مہزائوں کی تیاری میں ایرانی حکام کو فنی مشورے دینے کے لئے موجود ہیں۔ یہ مہزائے جلد کے مطابق لندن کے ایک اخبار نے اسرائیلی اخبار کے حوالے سے بتایا ہے کہ اسرائیلی فوجی ماہرین کی مدد سے ایران اس قسم کے مہزائے بنا رہا ہے جو عراق کے شہری علاقوں پر حملوں کے لئے استعمال کر رہا ہے۔

اب یہ حقیقت واضح ہو چکی ہے کہ خمینی حکومت ایک طرف تو اسرائیل سے ساز باز کر کے امریکہ سے ہتھیار حاصل کر رہی ہے مگر دوسری طرف زبان پر ”مرگ برامریکہ“ کے نعرے ہیں۔ آخر یہ نواکشتی کب تک؟ اور یہ تقیہ کہاں تک؟

دنیا یہ سمجھتی ہے کہ خمینی کی حکومت بڑی انقلابی ہے اور ایران میں اسلام بڑے تہناک انداز میں

جاری رسداری ہے حیرت ہے کہ ہمارے ملک کی جماعت اسلامی کے لوگ بھی اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں یہ بالکل غلط ہے کہ ایران میں اسلام کا نفاذ ہو رہا ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ خمینی پکبالی اور یوں لوگوں کا خوشہ چین ہے اور اس کے ذہن میں یہ ہے کہ کسی حکومتوں کو ختم کر کے شیعہ دامن ترویج پھیلانے اور لوگوں کو بدعتی بنانے۔ دو ملک اس وقت اس کے اولین حریف ہیں (۱) پاکستان (۲) سعودی عرب۔

پاکستان میں کیسے کیسے خطرناک تہکدے خمینی کے پیروکار استعمال کر رہے ہیں اسادہ لوح سنی مسلمان اس سے بے خبر ہیں۔ یہاں کے شیعہ عوام جن کو اس ملک کا فائدہ ہونا چاہیے مگر ان کی ساری وفاداریاں خمینی اور اس کی انقلابی حکومت کے ساتھ وابستہ ہیں۔ پاکستان میں بھول کے دھماکے، انسانوں کا قتل عام اس حکومت کے ذہن میں منت ہیں بعض جہانگیرہ لوگ تو یہ کہتے ہیں کہ اگر ایران، عراق سے نہیں لڑتا تو شاید پاکستان سے زور آزمائی ہوتی۔

اس کا دوسرا بڑا سعودی عرب سے۔ خمینی کے نزدیک فلسفہ ولایت فقیہ کے تحت پوری دنیا پر حکومت کا حق صرف خمینی یا اس کے نامزدہ کو ہے اور کسی کو نہیں ہے۔ سعودی سراء، احکام حکومت کرنے کی اہلیت نہیں رکھتے۔ پھر خمینی اور اس کے ہمواؤں کا ایک عقیدہ یہ بھی ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دو سنت اظہر میں سیدنا صاحب دین اکبر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کیونکہ ان کا فرمانا پسوانہ اس کو اس سے عداوت ہے کہ یہ دونوں حضرات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیسے آرام فرمائیں؟ اور کیسے ان کو یہ شرف و منزلت حاصل ہے؟ ان کا یہ ارادہ ہے کہ مدینہ پر قبضہ کر کے ان کی نعشوں کو قبروں سے نکال کر العیاذ باللہ شکار کے بولی دیں گے۔

پھر ان کے مذہب کی خرافات میں سے یہ بھی ہے کہ محمد علیہ السلام سیدنا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھی قبر اظہر سے نکال کر اس جرم میں سزا دی جائے گی کہ وہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے حسد کرتی تھیں۔ وغیرہ نکات من الخرافات۔

غرض ان کے دل میں بڑی بڑی تباہی اور آندھن میں ہیں لیکن ان شاء اللہ ان میں سے کوئی تنا کوئی آندھن پوری نہیں ہوگی اور یہ غائب و خاسر رہیں گے ان شاء اللہ۔

اور ان کے ذہن میں یہ بھی ہے کہ چونکہ حکومت کا حق خمینی کو ہے اسلئے مگر حکومت اسی خبیث اور لعین کی ہوگی۔

سلطنت سعودیہ کے ہانی اور فرمانروا سلطان عبدالعزیز رحمہ اللہ جب کعبہ کا طواف کر رہے تھے تو ایک ایرانی لعین نے چہرہ مبارک کر شہید کرنے کی ناپاک کوشش کی تھی۔ اس کے بعد سلطان عبدالعزیز

نے سائے ایرانیوں کلچر کے موسم میں آنا ممنوع قرار دے دیا تھا لیکن ان کی وفات کے بعد جب سلطان فیصل سرکار نے مملکت برائے اودان کے زمین میں اتحاد ملت اسلامیہ کا جذبہ ابھرا تو انہوں نے ایرانیوں کے آنے کی اجازت دے دی اور یہ سلسلہ برابر چلتا رہا یہاں تک کہ شاہ فیہد بن عبدالعزیز کا زمانہ آگیا ایرانی ہر سال عمرہ درج کے نام سے مملکت سعودیہ عربیہ میں داخل ہوتے ہیں اودان کا مقصد حج، عمرہ قطعاً نہیں ہوتا۔ مآثم کو اللہ کے فضل و عنایت سے متحدہ بادراج و عمرہ کی سعادت حاصل ہوتی ہے۔ لیکن میں نے کبھی کسی ایرانی شیعہ کی زبان سے تبلیغ نہیں سنا نہ میں نے کسی کو احرام باندھے دیکھا ظاہر ہے کہ یہ حج و عمرہ کیا کرتے ہوں گے۔

ظہر قیاس کن زنگستان من بہار مرا

ان کا مقصد صرف اور صرف یہ ہے کہ شیعہ کے مقصد کو بڑے کا دل میں اودیاست اور نعرہ بنی کریں ایرانیوں کے گوردے سے یہی جملہ سننے میں آتا ہے۔ "مرگ برامریکے"۔ "مرگ بر شہنشاہیت" وغیرہ اور گزشتہ سالوں سے یہ بار سعودی عرب میں آتشیں مادہ کے ساتھ داخل ہو رہے تھے جیسا کہ سعودی ٹیلیوژن نے اس کے مناظر دکھائے۔ لیکن اس سال اس خصوصی تیاری کے ساتھ ایک خصوصی تحریک لکھی اور ہشت گروہی میں شام افرا کے ساتھ بلکہ ایرانی گاندوؤں کے ساتھ داخل ہونے ان کا مقصد یہ تھا کہ امام کعبہ کو ختم کریں کعبہ کے پردہ کو جلائیں اور جیسے کہ چند سال پیشتر جہیمان کے ایک شخص نے امام مہدی کا دعویٰ کر کے کعبہ پر یہودی سازش سے کئی گھنٹہ قبضہ کئے رکھا تھا۔ اسلئے اس سال بھی شیعہ کا یہی مقصد تھا اور مکہ کے قبرستان جنت المعلیٰ سے یہ آپس تھے تاکہ حرم پر قابض ہو جائیں ان کی اس نعرہ بازی پر سعودی حکام اور حجاج بیت اللہ (مہملان قدا) تنگ تھے۔ اسلئے سعودی حکام نے پہلے تو بہت سمجھایا اور مملکت کے قواعد بھی بتائے کہ یہاں اس نعرہ بازی کی اجازت نہیں ہے، لیکن یہ برابر اصرار کر رہے تھے۔ سعودی حکومت کی پولیس کے بعض اذاد نے جام شہادت بھی نوش کیا۔ غرض میں پچیس منٹ کے بعد جب ان کے تیرہ دیکھے گئے کہ کعبہ شریف میں داخل ہونے والے ہیں اور وہاں قبضہ کرنے والے ہیں تو انتظامیہ نہایت پراسن طریق سے انہیں منتشر کرنے کے لئے مکرر تباہی برسنے کا دلانی لیکن ان کی حلاوت بازی سے اودان کے اٹھائے ہوئے ہتھیاروں سے بہت سے حجاج کرام اور قانون نافذ کرنے والے افراد شہید اور زخمی ہوئے۔ (ان الذہور لایلاہ الاہ ربنا جوعون) چونکہ حج کا زمانہ تھا اور اذہام و ہجوم بھی حد و قیاس سے باہر تھا اسلئے بے گناہ حجاج کرام کا شہید ہونا اس کا منطقی نتیجہ تھا شیعہوں کی انقلابی حکومت اور یہودیوں کا یہ فتنہ اپنے اندر بڑے عزائم رکھتا ہے۔ سعودی حکام کو اب اس فتنہ سے غافل نہیں رہنا چاہیئے اور کوئی نرم پالیسی اختیار نہیں کرنا چاہیئے۔ بلکہ حرم شریفین کے

تحفظ کے لئے کسی اقدام سے نہیں چونکا چاہیئے اور اس کے لئے پورے عالم اسلام کو رافضیوں کے قتل کے سامنے ایک بنیان مرموم بن کر ڈٹ جانا چاہیئے۔ اس سلسلہ میں حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی دامت برکاتہم کے حبیب حبیب مولانا ابوالحسن علی صاحب ندوی دامت برکاتہم نے آل لندن میڈیکل کی نشر کردہ خبر کی بنیاد پر جو بیان جاری فرمایا۔ ہم اس کی پرزور تائید کرتے ہوئے ذیل میں نقل کرتے ہیں:-

”یہ بات کئی سال سے دیہی جلدی ہے کہ حرمین شریفین کے امن و امان کو تباہ کرنے کی منظم سازش ہو رہی ہے، ایران کی انقلابی حکومت تخریب کا دلوں کو بھیج کر وہاں کے مثالی اور علیہ النظم امن و امان کو تباہ کرنے اور سرزمین حجاز خاص طور پر مقامات حج کو سیاسی معاہدے کے حصول کا ذریعہ بنانا چاہتی ہے یہ صورت حال بہت تشویش ناک ہے ساری دنیا کے کونے کونے سے آئے ہوئے حجاج کو ہر سال اور خوفزدہ کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ بیمار حج کا یہ عالم ہے کہ اجتماع قائم نہ رہنے پائے اور مقامات مقدسہ کی حرکت باقی نہ رہے۔“

ہم سعودی عرب کی حکومت کو یقین دلاتے ہیں کہ دنیا کا ہر انصاف پسند شخص اقدام مسلمانان عالم اس کی تائید میں ہیں اور حرمین کی حفاظت کے لئے جان و مال سے ہر طرح کی قربانی دینے کے لئے تیار ہیں۔

انہوں نے کہا کہ سعودی عرب کی حکومت کو چاہیئے کہ ان تخریب کا دلوں سے سختی کے ساتھ نمٹے اور شورش پسندوں پر پابندی لگائے کیونکہ اس اقدام سے ساری دنیا کے آئے ہوئے حجاج کو فائدہ پہنچے گا اور حرمین کا تقدس ملوث نہ ہوگا۔

اس تشریع و تفصیل کے بعد ظاہر ہے کہ کوئی شخص غرضی حکومت کو مسلمانوں کا خیر خواہ نہیں

کہہ سکتا جو لوگ شیعوں کو مسلمان سمجھتے ہیں وہ غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔ شیعوں کا کم قطعی طور پر ثابت ہو چکا ہے۔ اس سلسلہ میں حضرت مولانا محمد منظور نعمانی دامت برکاتہم کا وہ مضمون جس میں شیعوں کا شرع کے ان خاص عقائد کی نشاندہی کی گئی ہے جن کی بنا پر مقدسین و متحرکین ملانہ و نقبائے ان کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا ہے۔ شامل کیا جا رہا ہے۔

اسلامی اور مذہبی مفاد ملت کے پیش نظر آخر میں ہم مطالبہ کرتے ہیں کہ ایسے خدایوں کی حرمین شریفین میں داخلہ پر پابندی علحدگی جانے اور حجاج کو اہم اور عامۃ المسلمین کو ان کے شہر و سرے سے نجات دلانی

جائے۔

اکتوبر ۱۹۸۷ء

بشکر یہ اقراء ڈائجسٹ

الخمینی مرتد. بالاجماع

المؤتمر الإسلامي العام يتبنى فتوى ابن باز
بردة الخميني

خميني بالاجماع مرتد

رابطة عالم اسلامي مكة المكرمة
(٢٧ محرم ١٤٠٨ بمطابق ١٥ اكتوبر ١٩٨٧)

بحواله عربي اخبار "المسلمون" مكة المكرمة

مفتي اعظم سعودي عرب شيخ عبد العزيز بن باز نے رابطہ عالم اسلامي کے اجلاس میں خمینی کے مرتد ہونے کے تمام فتوؤں کی تائید بھی کر دی۔ انہوں نے رابطہ عالم اسلامي کے تمام مندوبین کو خمینی فتنہ کے خلاف اجتماعی موقف کے اختیار کرنے کی دعوت دی اور اس فتنہ کے قلع قمع پر زور دیا۔ چنانچہ رابطہ عالم اسلامي مكة المكرمة کے اجلاس کی ایک قرارداد میں خمینی کو کافر اور مرتد و خارج از اسلام قرار دے دیا گیا ہے۔ جس کی تفصیل عربی اخبار "المدینہ" وغیرہ میں آچکی ہے افسوس ہے کہ پاکستانی اخبارات نے اس کو شائع نہیں کیا۔